اولیائے کرام

(حیات و تعلیمات)

طاہرہ سرور

Marfat.com

Marfat.com

اولیائے کرام

(حیات وتعلیمات)

طاہرہ سرور

Marfat.com

۲۹۷٫۶۹۲

۹۲۳۸۳

جملہ حقوق محفوظ

طبع اوّل : ستمبر ۲۰۱۰ء

نام کتاب : اولیائے کرام (حیات و تعلیمات)

مصنفہ : طاہرہ سرور

مقام اشاعت : لاہور

قیمت : ۲۰۰/- روپے

کتاب ملنے کا پتہ : سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

انتساب

شاملِ کتاب برگزیدہ ہستیوں کے نام
جن کی زندگیاں
ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	مندرجات	
۷	اپنی بات	
۹	حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۔
۲۱	حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ	۲۔
۴۷	حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۳۔
۵۵	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۴۔
۶۶	حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	۵۔
۷۳	حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	۶۔
۸۷	حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	۷۔
۹۳	حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ	۸۔
۱۰۳	حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	۹۔
۱۱۱	حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔

Marfat.com

Marfat.com

اپنی بات

ارشادِ نبویؐ ہے:

نیک لوگوں کا ذکر کرنے سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اِسی کے پیشِ نظر میں نے چند اولیائے کرام کے حالات و واقعات بیان کیے ہیں۔ جنھوں نے اپنی زندگیاں راہِ حق میں صرف کیں اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ان تمام اولیاء نے توحید، تسلیم و رضا، عفو و درگزر اور امن و آشتی کا پیغام دیا۔ ظلم و جبر، ریاکاری اور منافقت کے خلاف آواز اُٹھائی۔ مومن کے قول و فعل اور ظاہر و باطن میں تضاد ہرگز نہیں ہوتا لہٰذا ان عظیم اولیاء کا ظاہر و باطن بھی ایک تھا۔ وقت کے بڑے حکمران ان کی خانقاہوں میں ادب سے سر جھکائے داخل ہوتے تھے۔ ان کے اخلاق و کردار اور تعلیمات کے باعث لاتعداد افراد کفر کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں داخل ہوئے۔

اس کتاب کو لکھنے کا ایک محرک حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''کشف المحجوب'' ہے جس کے مطالعہ سے میرے خیالات میں چند خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بعدازاں میں نے دیگر اولیائے کرام کی حیات مبارک کا مطالعہ بھی کیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ اگر میرے ذریعے ان برگزیدہ ہستیوں کے حالات و واقعات سے دوسرے بھی استفادہ کرسکیں تو شاید میری عاقبت کے لیے زادِ راہ مہیا ہو جائے۔ چنانچہ اپنی پہلی کتاب ''تدوین کلامِ کسریٰ منہاس'' کی اشاعت کے فوراً ہی بعد، میں نے ان اولیائے کرام کے مفصل حالات جمع کرنے کا کام شروع کر دیا تاکہ اپنی اس کتاب میں ان کی سوانح کو ہرممکن حد تک پیش کرسکوں۔

Marfat.com

ان شخصیات کے متعلق بے شمار کتب پہلے ہی موجود ہیں لیکن اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ ایک ہی جگہ سے زیادہ اولیاء کے حالات اور تعلیمات دستیاب ہو جائیں گی۔ میں نے ہر ممکن طور پر پورے خلوصِ نیت کے ساتھ درست معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے تاہم اگر کچھ سہو قلم ہو بھی گیا تو خدا اور ان صوفیائے کرامؒ سے معافی کی خواست گار ہوں۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس کی رضا کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔

میں اپنی والدہ کی شکرگزار ہوں جن کی دعائیں ہر دم میرے ساتھ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی راجہ محمد الیاس کی بھی شکرگزار ہوں کہ ان کی دی ہوئی ہمت اور تعاون کے بغیر اس کتاب کی اشاعت ناممکن تھی۔ اولیائے کرام کا فیض ان کے وصال کے بعد بھی جاری رہتا ہے لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور اس کتاب کے قارئین کو بھی اس فیض سے نوازے۔ (آمین)

طاہرہ سرور

شعبۂ اردو

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی،

لاہور

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت غوث الاعظمؒ کا اصل نام حضرت سید عبد القادر جیلانی، کنیت ابو محمد، لقب محی الدین ہے مگر آپ غوث الثقلین اور غوث الاعظم کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے یوں ہے:

سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید شمس الدین زکریا بن سید ابوبکر داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علیؓ۔

آپ والدہ کی نسبت سے حسینی ہیں اور سلسلہ نسب اس طرح ہے:

سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن امتہ الجبار بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابو العطا عبداللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابو علاء الدین محمد جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن امام ابوعبداللہ حسین بن امیر المومنین علی المرتضیٰؓ۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی ولادت ماہِ رمضان ۱۷۔۴۷۰ھ جیلان کے علاقہ میں ہوئی۔ آپ مادر زاد ولی تھے اور ماہِ رمضان میں صبح سے افطار تک والدہ کا دودھ نہ پیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو رسمِ بسم اللہ کے لیے آپ کے والد شیخ ابو صالح ؒ آپ کو مکتب لے گئے۔ استاد نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے لیے کہا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

پڑھنے کے ساتھ ساتھ اٹھارہ پارے زبانی پڑھ دیے۔ استاد نے حیرت سے پوچھا کہ یہ تم نے کب یاد کیے؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ والدہ اٹھارہ سیپاروں کی حافظہ ہیں۔ جب میں شکمِ مادر میں تھا تو والدہ کے ورد کرنے پر مجھے زبانی یاد ہو گئے۔ حضرت غوث پاکؒ نے ابتدائی تعلیم جیلان کے علاقے میں ہی حاصل کی۔ کم عمری میں ہی آپ کے والد انتقال فرما گئے۔ آپ کے نانا حضرت سید عبداللہ صومعیؒ نے آپ کی پرورش فرمائی جو کہ خود بھی اپنے وقت کے مشہور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ اپنے لڑکپن کے متعلق حضرت غوث پاکؒ نے خود فرمایا کہ جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ لہو ولعب سے باز رہو۔ جسے سن کر میں رُک جایا کرتا تھا اور اپنے گرد و پیش دیکھتا تو مجھے آواز دینے والا دکھائی نہ دیتا تو میں ڈر کر گھر آ کے اپنی والدہ کی آغوش میں چھپ جایا کرتا تھا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اٹھارہ [۱۸] برس کی عمر میں بغداد کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی والدہ کے پاس اسی دینار تھے جن میں سے چالیس دینار آپ کے لباس میں سی دیے اور باقی چالیس آپ کے بھائی کے لیے رکھ چھوڑے۔ جب آپ روانہ ہونے لگے تو والدہ نے نصیحت فرمائی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ آپ بغداد جانے والے قافلے میں شامل ہو گئے۔ راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے پر حملہ کیا اور آپ سے بھی رقم کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو آپ کے بیان کو مذاق سمجھ کر آگے چل دیا۔ ایک دوسرے ڈاکو نے بھی آپ سے یہی سوال کیا تو آپ نے جواب دہرا دیا اور وہ بھی بات کو ہنسی میں اُڑا کر چل دیا۔ دونوں ڈاکوؤں نے اپنے سردار سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ سردار نے حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کو بلوایا اور پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ چالیس دینار ہیں۔ سردار نے پوچھا: کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری بغل کے نیچے کپڑے میں سلے ہوئے ہیں۔ جب نکال کر دیکھا گیا تو واقعی رقم موجود

Marfat.com

تھی جسے دیکھ کر ڈاکو حیران رہ گئے اور پوچھا کہ تم نے اس رقم کو ہم سے کیوں نہ چھپایا؟ آپ نے فرمایا: والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ یہ جواب سنتے ہی سردار کہنے لگا کہ تم نے اپنی ماں کے عہد کا پاس رکھا اور مجھ پر افسوس ہے کہ میں اپنے خالقِ حقیقی کے عہد کو بھول گیا۔ سردار نے روتے ہوئے، آپؒ کے قدموں پر گر کر معافی مانگی، سب اسباب قافلے والوں کو واپس کیا اور ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔

بغداد پہنچ کر حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت حماد بن مسلمؒ کی خانقاہ میں ٹھہرے۔ آپ نے انہی کے زیرِ سایہ تربیت پائی اور قرآنِ پاک بھی حفظ کیا۔ آپ نے دیگر اساتذہ سے بھی علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی جن میں شیخ ابوالخیر، ابوالوفا، ابن عقیل، محمد بن الحسن البلاقلانی، ابو القاسم الکرخی، ابو عثمان الاصفہانی اور ابو زکریا تبریزی جیسی عظیم المرتبت ہستیاں شامل ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد مجاہدہ و ریاضت کے راستے پر قدم رکھا۔ عراق کے جنگلوں میں تنہا یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے چالیس سال تک نمازِ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ پچیس سال تک عراق کے ویرانوں میں پھرتا رہا۔ پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد قرآن مجید کا ختم معمول رہا۔ اکثر تیس سے چالیس دن بغیر کچھ کھائے گزار دیے۔ مردانِ غیب اور جنات میرے پاس تعلیم کے لیے آتے رہے۔ اس دوران شیطان مختلف حربوں سے مجھے بہکانے کی کوشش کرتا رہا لیکن ہر مرتبہ اللہ، مجھے اس پر غلبہ عطا فرماتا۔

ایک مرتبہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے خطبہ کے دوران فرمایا کہ میں گیارہ سال تک برج میں مقیم رہا اور میرے اس طویل قیام کے باعث لوگ اسے عجمی برج کہنے لگے۔ میں اس برج میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتا اور میں نے اللہ سے عہد کیا تھا

Marfat.com

کہ جب تک مجھے کھلایا نہیں جائے گا، میں نہیں کھاؤں گا اور جب تک مجھے پانی پلایا نہیں جائے گا، میں پانی نہیں پیوں گا۔ ایک بار چالیس روز تک میں نے کچھ نہیں کھایا پیا اور چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور تھوڑا سا کھانا میرے پاس رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس اس پر گرے، کیوں کہ بھوک ناقابلِ برداشت تھی۔ میں نے کہا کہ میں نے جو خدا سے عہد کیا ہے، اس سے نہیں پھروں گا۔ اُس وقت میں نے سنا کہ میرے اندر سے کوئی فریاد کر رہا ہے اور بلند آواز سے الجوع! الجوع! (بھوک، بھوک) کہہ رہا ہے۔ اسی وقت شیخ ابوسعید مخزومیؒ میرے پاس آئے اور اُنھوں نے آواز سُنی تو وجہ پوچھی۔ میں نے کہا: یہ نفس کی آواز ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ہمارے گھر چلو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اُسی وقت خضرؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ اُٹھو اور ابوسعیدؒ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ میں ابوسعیدؒ کے مکان پر پہنچا تو وہ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑے تھے۔ فرمانے لگے: اے عبدالقادر! کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضرؑ کے کہنے کی ضرورت پڑی۔ اتنا کہہ کر مجھے گھر کے اندر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے روٹی کھلائی حتیٰ کہ میں خوب سیر ہو گیا۔ (نفحات الانس)

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحب زادے شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ نے فرمایا کہ میرے والد حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں ویران صحرا میں پھر رہا تھا۔ شدید پیاس کا عالم تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ابر چھا گیا اور خوب بارش ہوئی۔ میں نے جی بھر کے پانی پیا، کیوں کہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بارانِ رحمت ہے۔ کچھ دیر بعد بڑی تیز روشنی ہوئی اور آسمان پر پھیل گئی۔ پھر اس میں سے آواز آئی کہ میں تیرا رب ہوں۔ آج سے میں نے تمھارے لیے حرام چیزیں بھی حلال اور نماز معاف کر دی۔ میں نے یہ سنتے ہی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا

Marfat.com

تو فوراً وہ روشنی ختم ہو گئی اور اس جگہ دھواں بن گیا۔ اس دھویں سے آواز آئی: عبدالقادر تم کو تمھارے علم نے بچا لیا ورنہ میں اپنے اس مکر سے ستر صوفیاء کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے میرے علم نے نہیں، رب کے فضل نے بچایا ہے۔

حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادرؒ سے جب پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس کے یہ کہنے سے کہ میں نے حرام چیزیں تیرے لیے حلال کر دیں، کیوں کہ اللہ ایسا حکم نہیں دیتا۔ (قلائد الجواہر)

''قلائد الجواہر'' ہی کے مطابق حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں شب کو ایک ویران عمارت کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اسی وقت میرے نفس نے کہا کہ اگر تھوڑی دیر کہیں سو رہتا تو اچھا تھا۔ جس سیڑھی پر مجھے یہ خیال گزرا تھا، اُسی سیڑھی پر میں ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا اور قرآن مجید کے اختتام تک اُسی طرح کھڑا رہا۔ اس طرح میں نے اپنے نفس کو سزا دی۔

شیخ ابو عبداللہ نجارؒ کا بیان ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے تھے کہ جس قدر مشقتیں برداشت کرتا تھا، اگر وہ کسی پہاڑ پر ڈال دی جائیں تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔ جب وہ مشقیں میری قوتِ برداشت سے باہر ہو جاتیں تو میں زمین پر لیٹ کر کہتا کہ:

فان مع العسر یسرا. ان مع العسر یسرا.

ترجمہ: ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

یہ کہہ کر اپنے سر کو زمین سے اُٹھا لیتا تو میری کیفیت بدلی ہوتی اور میں سکون محسوس کرتا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا لقب محی الدین ہے۔ اُنھوں نے خود اس بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ۵۱۱ھ میں جمعہ کے دن سیاحت سے بغداد واپس آیا۔ راستے میں دیکھا کہ ایک بیمار لیٹا ہوا ہے۔ اس کا رنگ اُڑا ہوا ہے۔ اس نے مجھے السلام علیکم کہا۔ میں اس

Marfat.com

کے سلام کا جواب دیا تو کہنے لگا کہ میرے پاس آئیں۔ میں اُس کے پاس گیا تو کہنے لگا: مجھے اُٹھا کر بٹھا دیں۔ میں نے اُس کو بٹھایا، تو اس کا جسم اچھا بھلا اور رنگ چمک اُٹھا۔ اس نے کہا: آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: میں دین ہوں، میں موت کے کنارے پہنچ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ذریعے نئی زندگی عطا کی ہے اور آپ ''محی الدین'' ہیں، میں نے اسے وہیں رہنے دیا اور خود نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جامع مسجد چلا گیا۔ ایک شخص نے مجھے ''یا سید محی الدین'' کہتے ہوئے اپنے جوتے پیش کر دیے اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو لوگوں کا ہجوم میرے گرد جمع ہو گیا۔ وہ میرے ہاتھ چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''اے محی الدین'' حالانکہ اس سے پہلے مجھے اس لقب کے ساتھ کبھی بلایا نہیں گیا تھا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ نے وعظ کا آغاز ۵۲۱ھ میں کیا۔ اس سے پہلے آپ تمام مجاہدوں سے گزر کر کامل ہو چکے تھے۔ آپ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ تم وعظ کیوں نہیں کرتے تا کہ گمراہ لوگ ہدایت پائیں۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! میں ایک عجمی ہوں۔ عرب کے فصیح علماء کے سامنے کیسے وعظ کر سکوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو اور پھر اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں لگایا۔ سات مرتبہ لعابِ دہن لگانے کے بعد حکم دیا کہ اب جاؤ اور لوگوں کو اللہ کا پیغام دو۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی ؒ نے وعظ و تبلیغ کا آغاز کر دیا۔ بعدازاں حضرت علیؓ سے بھی حالتِ خواب میں ملاقات ہوئی اور انھوں نے بھی اپنا لعابِ دہن لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم مرتبہ میرے منہ میں لگایا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ نے عظ و تبلیغ کا آغاز اپنے مرشد ابو سعید مخزومیؒ کے مدرسہ سے کیا جو کہ بغداد کا ایک بڑا

Marfat.com

مدرسہ تھا۔ ابوسعید صاحب کے کہنے پر ان کا مدرسہ آپ کے حوالہ کر دیا گیا۔ لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث مدرسہ کے قرب و جوار میں واقع مکانات کو بھی مدرسہ میں شامل کیا گیا۔ یہ مدرسہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی نسبت سے مدرسہ قادریہ کے نام سے شہرت پا گیا۔ آپ کے وعظ کی شہرت اس قدر ہوئی کہ حاضرینِ مجلس کی تعداد بعض اوقات ستر ہزار سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ ''اخبار الاخیار'' کے مطابق آپ کی مجلس میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے اور جو کچھ آپ سے سنتے لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ فرماتے کہ میری آرزو ہے کہ ہمیشہ خلوت نشین رہوں لیکن اللہ کو اپنے بندوں کی بھلائی منظور ہے۔ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد عیسائی اور یہودی مسلمان ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ فسق و فجور میں مبتلا افراد توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ آپ ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے: جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ حق بات کہنے میں کسی نہ ڈرتے۔ ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نصیحت کا طلب گار ہوا اور اشرفیوں کی تھیلیاں بھی پیش کیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حاجت نہیں۔ جب خلیفہ نے اصرار کیا تو آپ نے ان میں سے دو تھیلیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے زور سے نچوڑا تو ان سے خون ٹپکنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے لوگوں کا خون نچوڑ کر شرم نہیں آتی؟ وہی خون تو مجھے پیش کرنا چاہتا ہے۔ خلیفہ اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو گیا۔

ایک روز حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ وعظ فرما رہے تھے۔ دو سو کے قریب اولیاء اللہ مجلس میں موجود تھے۔ خطبہ کے دوران آپ نے حالتِ کشف میں فرمایا:

"قدمی هذه علٰی رقبة کل ولی اللّٰه"

(میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے)

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ شیخ علی ہیتیؒ یہ سنتے ساتھ ہی منبر کے قریب ہو گئے اور حضرت غوث پاک کا پائے مبارک اُٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور مجلس میں حاضر تمام اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ اس کے علاوہ زمین پر جہاں جہاں کوئی ولی تھا، اُس نے بھی آپ کی آواز سنی اور اپنی گردن جھکا دی۔

شیخ ابو سعید قیلویؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت نے قدمی ھذا علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ فرمایا تو اس وقت آپ کے قلب پر تجلیاتِ الٰہی کی آمد تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک باطنی خلعت بھیجا گیا جسے ملائکہ نے اولیائے کرام کے جھرمٹ میں حضرت غوث پاک کو پہنایا۔ اس وقت ملائکہ اور رجال الغیب آپ کی مجلس کے گرد صف در صف ہوا میں اس طرح کھڑے تھے کہ آسمان کے کنارے ان سے بھرے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا کہ جس نے اپنی گردن آپ کے فرمان کے آگے نہ جھکائی ہو۔ (قلائد الجواہر)

بہت سے مشائخ کا کہنا ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ نے یہ جملہ اللہ کے حکم سے کہا تھا اور ان کو یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ جو ولی اللہ بھی اس سے منکر ہو اُس کو معزول کر دیا جائے۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ خراسان کے علاقہ میں مجاہدات میں مشغول تھے۔ جب حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے بغداد میں ارشاد فرمایا: قدمی ھذا علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ تو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے روحانی طور پر ان کی آواز سُن کر اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگی اور فرمایا:

آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ نے خوش ہو کر فرمایا کہ سید غیاث الدین کے صاحب زادے

Marfat.com

نے گردان جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے سبب عنقریب ہند کی ولایت سے سرفراز کیے جائیں گے۔

تعلیمات:

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ کی تصانیف ''فتوح الغیب''، ''غنیۃ الطالبین''، ''الفتح الربانی'' (خطبات کا مجموعہ)، ''سر الاسرار''، ''جلاء الخواطر'' (ملفوظات جو آپ کے بیٹے نے مرتب کیے)، آپ کے قصائد اور خطبات میں جو تعلیمات دی گئی ہیں، ان میں سے نمایاں مندرجہ ذیل ہیں:

☆ مومن کے لیے ضروری ہے کہ ہر حال میں تین امور کی پابندی رکھے:

۱۔ امر واحکامِ الٰہی بجالائے۔

۲۔ ممنوعات سے بچے۔

۳۔ تقدیر پر راضی رہے۔

☆ سُنت کی پیروی کرو اور بدعات سے بچتے رہو۔

☆ جو تو دنیا کی مٹ جانے والی آرائش اور دھوکہ دینے والے اور لبھانے والے مکر و فریب اور زہرِ قاتل، ظاہر میں نرم، باطن میں سخت اور (دنیا کی) جلد ہلاک اور قتل کرنے والی لذات اور اس دنیا کی برائی اور بے وفائی اور عہد شکنی سے غافل مگر اس پر فریفتہ دنیا داروں کو دیکھے تو، تُو ایسا سمجھ جیسے کوئی برہنہ پاخانہ کی غلاظت پر بیٹھا ہو اور اس کی بدبو پھیلی ہوئی ہو اور یہ دیکھ کر تو اپنی آنکھ اور ناک بند کر لیتا ہے۔ اسی طرح تو دنیا داروں کے پاس سامان دیکھ کر اس کی زینت، اس کے مزے اور اس کی شہوات کی بدبو سے آنکھ اور ناک بند کر لے۔ دنیا جتنی بھی تیرے نصیب میں ہے تجھے مل جائے گی۔

Marfat.com

☆ اپنے نفس سے باہر آ، ہر چیز اللہ کو سونپ دے۔ وہ دل میں آنے کا جسے حکم دے اُسے آنے دے اور جسے منع کرے اُسے روک دے۔

☆ ہر کام میں سرِ تسلیم جھکا دے۔ نعمت اگر تیری قسمت میں ہے تو تجھے مل کے رہے گی۔ اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے تو وہ ضرور آئے گی۔

☆ اللہ سے دعا کرتے رہو اور یہ مت کہو کہ میں تو اس سے سوال کرتا ہوں مگر وہ مجھے نہیں دیتا۔ اس لیے اب میں اس سے سوال نہ کروں گا۔

☆ میں تجھے اللہ سے ڈرنے، اس کی فرماں برداری کرنے، ظاہر شرع کی پابندی کرنے، سینہ کو پاک رکھنے، سخاوت، بشاشتِ چہرہ، مصرف میں آنے والی چیزوں کو خرچ کرنے، اذیت دینے سے رُکنے، بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے، چھوٹوں کو نصیحت کرنے، ایثار اختیار کرنے، ذخیرہ کرنے سے دُور رہنے، جو لوگ کہ سالکین کے گروہ میں سے نہیں ہیں، ان کی صحبت چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔

☆ اگر تو نے صرف زبان سے کلمۂ شہادت ادا کیا ہے اور دل نے عمل کے ذریعہ اس کا اثر نہیں لیا تو سمجھ لے کہ تو ایک قدم بھی خدا کی طرف نہیں بڑھا ہے۔ مومن باطن کی تعمیر سے ابتدا کرتا ہے تو پھر ظاہر کی تعمیر کرتا ہے۔

☆ سچائی اور راست بازی اختیار کرو۔ یاد رکھو راہِ حق پر آنا صدق و سچائی کے بغیر ممکن نہیں۔

☆ دنیا کا ہاتھ میں رکھنا جائز ہے، جیب میں رکھنا جائز ہے، اس کا کسی سبب سے نیک نیتی کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے لیکن دنیا کا قلب میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کا دروازہ پر کھڑا رہنا جائز ہے لیکن دروازے سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔

☆ مومن پر لازم ہے کہ پہلے فرائض ادا کرے۔ فرائض سے فارغ ہو کر سنتیں ادا کرے اور سنتوں کے بعد نوافل میں مشغول ہو، فرائض ادا کیے بغیر سنتوں میں

Marfat.com

مشغول ہونا حماقت ہے۔ اگر فرائض سے پہلے سنن میں مشغول ہو گا تو یہ عمل خواری کا باعث ہے۔

☆ حرام ایمان کو سیاہ کر دیتا ہے۔ جس طرح شراب عقل کو ڈھانپ کر تاریک کر دیتی ہے۔ ایمان سیاہ ہو جائے تو نماز، عبادات اور اخلاص باقی نہیں رہتا۔

☆ جب بندہ اللہ عزوجل کو پہچان لیتا ہے تو مخلوق اس کے دل سے یوں گرتی ہے جیسے خزاں رسیدہ درخت سے اس کے خشک پتے گرتے ہیں اور ایسے شخص کو نہ تو لوگ دکھائی دیتے ہیں اور نہ ہی ان کی باتیں سنائی دیتی ہیں۔

☆ اپنا وقت سب سے پہلے آخرت کمانے کے لیے صرف کرو اور ہاں اپنی دنیا کو اپنا اصل سرمایہ اور اپنی آخرت کو اس کا نفع نہ بنانا، ایسا نہ ہو کہ تم دنیا میں پوری توجہ سے مشغول ہو جاؤ اور پھر جو وقت اگر بچے تو اس وقت بے دلی سے نمازیں ادا کرو، یا تم پر تھکاوٹ طاری ہو جائے اور تم سو کر ساری نمازوں سے غافل ہو جاؤ، اپنے نفس، اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے رہو، کہیں اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے بدلے میں بیچ ڈالو، نفس کے غلام اور اس کی سواری بنے رہو، حالانکہ تمہیں نفس پر سواری، اس کی اصلاح، اس کو ریاضت کی راہ پر چلانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی سلامتی رب کی اطاعت اور آخرت میں ہے۔ اگر تو آخرت کی راہ پر چلتا اور اسے اپنا اصل سرمایہ بناتا تو دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کر لیتا۔

☆ توبہ ہر شخص کے حق میں فرضِ عین ہے کیوں کہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں اور اگر کوئی ان اعضاء کے گناہوں سے خالی ہے تو دل ہی سے اس نے گناہ کیا ہو گا اور اگر یہ بھی نہ ہو گا تو ان شیطانی وسوسوں سے خالی نہ ہو گا، جو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ

Marfat.com

ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی بھی خالی نہ ہو گا۔

الغرض حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی لازوال تعلیمات پر عمل کے باعث ہی ہم اپنی زندگیوں کو سنوار سکتے ہیں۔

وصال:

عمر کے آخری حصے میں (تقریباً نوے ۹۰ یا اکانوے ۹۱ برس) طبیعت ناساز ہوئی۔ آپ نے اظہار فرما دیا کہ وقتِ رخصت قریب ہے۔ علالت کے دوران آپ نے اپنے صاحب زادے حضرت شیخ عبدالوہابؒ کو چند وصیتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بناؤ، کسی اور سے نہ ڈرو اور نہ اُمید رکھو، توحید کو لازمی پکڑ لو۔

وصال سے کچھ دیر پہلے آپ نے غسل فرمایا اور نمازِ عشاء ادا کی۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے آپ کی روح پرواز کر گئی۔

آپ کی تاریخِ وصال کے متعلق اختلافات ہیں۔ ۵۶۱ھ یا ۵۷۶ھ کی روایات موجود ہیں اور مزار شریف بغداد میں موجود ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ

جن صوفیاء کرام نے ہندوستان کے اندر اسلام کی شمع روشن کی ان میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا نام سرِفہرست ہے۔ آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے لاہور کو منتخب فرمایا۔ آپ کے وعظ اور درویشانہ زندگی سے متاثر ہوکر ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بقول ڈاکٹر محمد صدیق خان:

> ''لاہور کو مسلمانوں کا عظیم مرکز بنانے میں آپ کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لاہور کی اِس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی آغوش میں داتا گنج بخشؒ جیسی شخصیت محوِخواب ہے۔''

شجرہ نسب:

آپ سید حسینی ہیں یعنی حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے ہیں۔ چنانچہ شجرہ طیبہ حسبِ ذیل ہے:

> علی بن عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمٰن بن سید عبداللہ (ایک کتاب میں سید عبداللہ کی جگہ شاہ شجاع کا نام لکھا ہے جو غلط ہے) بن سید ابوالحسن علی بن سید حسنؓ (''حدیقتہ الاولیاء'' میں سید حسن کی جگہ حسین اصغر لکھا ہے) بن حضرت زید شہید بن حضرت امام شبیر بن علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ۔

چونکہ آنحضرت ﷺ اور حضرت علی المرتضٰی چچازاد بھائی تھے۔ اس لئے نو واسطوں سے آپؒ کا سلسلہ نسب آنحضرت ﷺ سے جا ملتا ہے۔

Marfat.com

ولادت و وطن:

آپ کا اسم گرامی سید علی، کنیت ابوالحسن اور لقب گنج بخش تھا۔ عام طور پر آپ داتا گنج بخشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دراصل آپ کے حالات زندگی کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں۔ زیادہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت پانچویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی۔ بعض نے تو 400ھ کو ان کا سال پیدائش قرار دیا۔ وطن غزنین تھا۔ ''کشف المحجوب'' میں جہاں کہیں غزنین کا ذکر آیا ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے بڑی عقیدت و محبت سے اس کا نام لیا ہے اور اس کے ساتھ ہمیشہ لکھا ہے کہ خدا غزنین کو آفات و حادثات اور ظالم حکمرانوں سے بچائے۔ غزنین کے ساتھ اس گہرے تعلق کے باوجود حضرت سید علی ہجویریؒ نے اپنے آپ کو غزنوی کی بجائے جلابی یا ہجویری لکھا ہے۔ جلاب اور ہجویر نام کی دو بستیاں غزنین کے مضافات میں واقع تھیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کے والد سید عثمان، جلاب کے باشندے تھے اور والدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں۔ شادی کے بعد آپ کے والد ہجویر چلے آئے اور باقی عمر وہیں گزاری۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کی پیدائش بھی ہجویر ہی میں ہوئی اس لیے وہ ہجویری کے طور پر زیادہ مشہور ہوئے۔

اساتذہ:

آپؒ کے اساتذہ میں حضرت شیخ ابوالعباس اشقانیؒ، شیخ ابوجعفر محمد بن المصباح الصیدلانیؒ، شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن القشیری، شیخ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانی، ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف داستانی بسطامیؒ، ابوسعید فضل اللہ بن محمد میہنیؒ اور ابواحمد مظفر بن

۹۲۲۸۳

Marfat.com

احمد بن حمدانؒ کے نام ملتے ہیں۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے حصولِ علم کے لئے اپنے وطن کو چھوڑا۔ مختلف ملکوں اور شہروں میں اپنے زمانے کی عظیم ترین علمی شخصیتوں سے فیض اٹھایا۔ یہ سب حضرات علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مشہور زمانہ تھے۔

پیرِ طریقت:

حضرت محمد ابو الفضل محمد بن الحسین الختلیؒ داتا صاحب کے پیر و مرشد تھے۔ یہ بزرگ اپنے زمانے میں علم تفسیر و روایات میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ تصوف میں حضرت جنید بغدادیؒ کا مسلک رکھتے تھے۔ اُنہوں نے لمبی عمر پائی لیکن عمر کا ایک بڑا حصہ یعنی ساٹھ سال گوشہ نشینی میں گزار دیے۔ سلسلہ کوہ لبنان کے ایک حصے جبل الکلام میں رہا کرتے تھے۔ اگرچہ بلند پایہ صوفی تھے لیکن صوفیوں کی ظاہریت اور رسوم سے بہت نالاں تھے۔ بڑی باہیبت و پر جلال شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ ایک طویل مدت ان کی صحبت میں رہے اور فیض یاب ہوئے۔

کشف المحجوب:

حضرت سید علی ہجویریؒ کی دیگر تصانیف جن کا پتہ بھی ''کشف المحجوب'' ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ (۱) دیوان (۲) کتاب فنا و بقا (۳) کتاب اسرار الخرق و المئونات (۴) الرعایت بحقوق اللہ (۵) کتاب البیان (۶) بحر القلوب (۷) منہاج الدین (۸) ایمان (۹) شرح کلام منصور ہیں۔ ان تمام تصانیف میں سے صرف ''کشف المحجوب'' ہی ہم تک پہنچی ہے۔ ''کشف المحجوب'' فارسی زبان میں تصوف کی قدیم اور اہم کتابوں میں سے ہے اس کی قدر و قیمت کا اعتراف ہر زمانے میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تراجم دنیا کی

Marfat.com

بہت سی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری اپنے مضمون ''کشف المحجوب'' اور جامع مباحثِ علم'' میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کی تصنیف لطیف ''کشف المحجوب'' اپنے موضوعات اور علمی گفتگو کے حوالے سے نہایت جامع کتاب ہے۔
اس میں شریعت وطریقت کی اجتماعیت بھی نظر آتی ہے اور قرآن وسنت کی بالادستی بھی۔''

وجہ تالیف:

''کشف المحجوب'' کے مطابق یہ کتاب حضرت سید علی ہجویریؒ کے ایک ہم وطن ابوسعید غزنویؒ کی استدعا پر لکھی ہوئی۔ انہوں نے آپ سے حسب ذیل باتوں پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی:

۱۔ تصوف کے راستے کی تحقیق

۲۔ تصوف کے مقامات کی کیفیت

۳۔ تصوف کے مختلف مذاہب اور ہر ایک کے مقالات کا بیان

۴۔ تصوف کے اشارات اور رموز کا بیان

۵۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی کیفیات دلوں میں کس طرح جاگزیں ہوتی ہیں؟

۶۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی ماہیت کی تہہ تک نہیں پہنچ پاتی؟

۷۔ انسانی نفوس کی خداوند تعالیٰ کی حقیقت سے نفرت اور روح کو اس کی صفات کے ساتھ سکون وآرام کیوں ہے؟ اس سلسلے کی ساری باتیں بیان فرما دیجیے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سوالات میں اخلاص اور سچی طلب حق کی خوشبو محسوس کی اور ان سوالات کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب تالیف کی۔

Marfat.com

آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم کرنے اور اس کے بارے میں یکسوئی حاصل کرنے کے لیے کہ میں اس کارِ عظیم میں ہاتھ ڈالوں یا نہ ڈالوں، میں نے استخارہ کیا اور استخارہ سے پہلے اپنے دل سے تمام نفسانی اغراض کو مٹا دیا کہ اس تالیف میں کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہونے پائے۔ جب میں یکسو ہو گیا تو مسائل کے سوالات کا مفصل جواب تحریر کرنے کے لیے کمربستہ ہو گیا اور اس استدعا کا حکم بجا لانے کا عزمِ صمیم کر لیا۔ اس سے پہلے بھی میں نے اسی مضمون میں بہت سی کتابیں تیار کی تھیں مگر سب کی سب ضائع ہو گئیں اور پیشہ ور لوگوں نے ان کتابوں سے بعض باتوں کو چرا کر بہت سی مخلوق خدا کو شکار کیا۔

نام:

حضرت سید علی ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ دنیا میں حقیقت پردوں کے اندر چھپی ہوئی ہے یہ کتاب اسی حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے اسی لیے اس کا نام ''کشف المحجوب'' رکھا گیا ہے (یعنی پردے میں چھپی ہوئی چیزوں کو بے نقاب کرنے والی)

کپتان واحد بخش سیال ''شرح کشف المحجوب'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''اگرچہ آپ کا ذخیرہ کتب غزنی میں رہ گیا تھا آپ نے اپنی بے پناہ قوت حافظہ اور مسائل تصوف پر عبور کی بدولت ایسی مکمل اور جامع کتاب لکھی ہے کہ جس کی برابری فن ثقافت کے ایک ہزار سالہ دورِ ارتقاء کے بعد بھی کوئی کتاب نہیں کر سکی حالانکہ فارسی زبان میں تصوف پر یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ماہرین فن کا قول ہے کہ پہلی کوشش کرنے والا ہمیشہ پُرخار راستے سے گزر کر آنے والی نسلوں کے لیے راہ ہموار کرتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت مصنف کی یہ پہلی کتاب ایک ہزار سال کے فنی ارتقاء کے باوجود بھی اب تک آخری کتاب یا

Marfat.com

حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔"

اور بقول مولانا سید محمد متین ہاشمی:

"حضرت ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں ۲۳۶ آیات، ۱۳۴ احادیث اور ۳۰۰ سے زائد اشعار و اقوال مشائخ سے استفادہ کیا ہے۔ اندازہ ہے کہ کم و بیش آپ نے کشف المحجوب میں ایک لاکھ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ایک ایسے دور میں جب کہ رسل و رسائل میں ان گنت دشواریاں تھیں۔ کتابیں طبع نہیں ہوتی تھیں اور حضرتؒ کی بہت سی کتب حوالہ غزنی میں رہ گئی تھیں اتنا بسیط، جامع، مدلل اور عظیم علمی شاہکار کا مکمل ہو جانا کرامت سے کم نہیں ہے۔"

تعلیمات:

حضرت داتا گنج بخشؒ کی تعلیمات تک پہنچنے کا ذریعہ ہمارے پاس صرف اُن کی کتاب "کشف المحجوب" ہے۔ ہم اسی کتاب سے آپؒ کی تعلیمات کے مختلف پہلو پیش کرتے ہیں:

علم:

حضرت سید علی ہجویریؒ نے قرآن کی آیتوں اور احادیث نبویﷺ کے ذریعے علم کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: علم ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے نہ جاننے والا جاننے والا ہو جاتا ہے۔

چونکہ حضرت سید علی ہجویریؒ صوفیا کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ صوفی کے لیے علم کا حصول باقی تمام امور سے مقدم ہے۔

Marfat.com

آپؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: فرض وہ علم ہے جو وقت کے مطابق ہو اور وقت پر کام آئے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو بے فائدہ علم حاصل کرتے ہیں۔

ترجمہ: تمام علوم حاصل کرنا ہر انسان پر فرض نہیں مثلاً علم نجوم، علم حساب، علم صنائع، بدائع وغیرہ مگر ان علوم میں سے اتنا حاصل کرنا ضروری ہے جس کی شریعت مطہرہ کے اندر ضرورت ہے، جیسے علم نجوم، اس کا اتنا جاننا ضروری ہے جس سے رات دن کے اوقات، صوم وصلوٰۃ کے وقت جانے جا سکیں۔ علم طب اس قدر ضرور پڑھا جائے۔ جس سے انسان صحت کی حفاظت عوارضاتِ مرض سے کر سکے۔ اسی طرح ریاضی اس قدر پڑھنی ضروری ہے جس سے علم فرائض آسانی سے سمجھ سکے۔ غرض یہ کہ علم اس قدر حاصل کرنا ضروری ہے جس سے حوائج شرعیہ پوری ہو سکیں۔

آپؒ نے علم کی دو قسمیں بتائی ہیں، ایک علم خداوندی، دوسرا علم انسانی۔ انسان کا علم ایسا ہونا چاہیے کہ وہ ظاہر و باطن میں نفع بخشنے والا ہو۔ انسانی علم کی دو قسمیں ہیں: ایک اصولی اور دوسرا فروعی۔ اصولی یعنی ظاہر ہے کلمہ شہادت پڑھنا اور باطن میں معرفت کی تحقیق کرنا۔ فروعی یعنی ظاہر ہے معاملہ کرنا اور باطن میں اس کی صحیح نیت رکھنا۔

علم حقیقت کے تین ارکان ہیں۔ ایک خدائے تعالیٰ کی ذات کا علم یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ نہ کسی مکان میں ہے نہ جہت میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ دوسرے خداوند تعالیٰ کی صفات کا علم یعنی وہ عالم ہے، ہر چیز کو جانتا ہے، دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ تیسرے اس کی حکمت اور افعال کا علم یعنی وہ تمام خلائق کو پیدا کرنے والا ہے۔

علم شریف کے بھی تین ارکان ہیں: کتاب، سنت اور اجماع امت۔

Marfat.com

پھر حضرت سید علی ہجویریؒ نے صوفیائے کرام کے اقوال اور اپنے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے جس کو خدا کا علم یعنی علم حقیقت نہیں، اس کا دل جہالت کی وجہ سے مردہ ہے اور جس کو اس کی عنایت کیا ہوا علم شریعت نہیں، اس کا دل عدم واقفیت کی بناء پر بیمار ہے۔ انھوں نے علم حقیقت اور علم شریعت کو لازم وملزوم قرار دیا ہے۔

فقر و درویشی:

حضرت سید علی ہجویریؒ نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے فقر و درویشی کی فضیلت بیان کی ہے کہ فقیر کو خدا کے نزدیک ایک بڑا مرتبہ حاصل ہے اور فقیر وہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے دنیا کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ فقیر کا کمال فقر یہ ہے کہ اس کی فقر کی ترازو کے پلڑے میں اگر دونوں جہاں رکھ دیے جائیں تو وہ مچھر کے برابر بھی نہ ہوں اور اس کے ایک سانس میں دونوں عالم نہ سمائیں۔ پھر آپ نے صوفیانہ نقطہ نظر سے اس پر بحث فرمائی ہے کہ فقر اصل ہے یا غنا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کے نزدیک غنا میں دل کے غیر سے مشغول ہونے کا احتمال باقی رہتا ہے اور فقر غنا سے بہتر ہے اور جب ایک طالب خدا کے سوا تمام دنیا کی چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو فقر و غنا کے دونوں نام اس کے لیے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ فقر تو ایسی نعمت ہے جو حضور اکرم ﷺ کے لیے بھی باعث فخر تھا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے فقر و فقیر کے متعلق مختلف صوفیائے کرام کے اقوال نقل کیے ہیں۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا ہے۔ فقیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے بھی غنی نہیں ہوتا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کے خیال میں فقیر کا وصف یہ ہے کہ وہ جب کوئی چیز نہ پائے تو خاموش رہے اور جب پائے تو دوسروں پر خرچ کر دے۔ شبلی ہی نے کہا ہے کہ فقر مصیبت کا سمندر ہے اور اس کی تمام مصیبتیں عزت ہیں۔

Marfat.com

تصوف:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: تصوف نام ہے تمام حظوظ نفسانیہ کا ترک۔

حضرت علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب کرلیتا ہے اور طبیعت کی آفتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے پاک صاف ہو۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے جس بات پر زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں بلکہ وہ تو اخلاق حسنہ ہے۔ تصوف اگر رسم ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا اگر کوئی علم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہو جاتا۔ تصوف تو اخلاق ہے اس کے لیے اپنے آپ کو بدلنے اور ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ، حضرت جنیدؒ کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے یعنی تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ہو، رضا حضرت اسماعیلؑ کی ہو، صبر حضرت ایوبؑ کا، اشارات حضرت زکریاؑ کے ہوں، غربت حضرت یحییٰؑ کی ہو، سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی ہو، لباس حضرت موسیٰؑ کا اور فقر حضرت محمد ﷺ کا۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے عنوان کی مناسبت سے آغاز میں جس آیت کا انتخاب کیا اس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

ترجمہ: اور خاص بندگان الٰہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوں تو وہ انہیں جواب دینے کی بجائے ان سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اچھا خوش رہو۔ (سورۃ الفرقان)

Marfat.com

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف شریعتِ اسلامیہ ہی کا ایک طریق ہے لہٰذا اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کوئی محض تصوف کے نام سے انکار کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ نام کے انکار سے اس کے معنی و حقائق سے انکار لازم نہیں آتا ہے۔ لیکن اگر اس کے معانی و حقائق سے انکار ہے تو یہ انکار تمام شریعت اسلامیہ، رسول اکرم ﷺ کے اخلاق حمیدہ، فضائل جمیلہ اور اسوۂ حسنہ کا بھی انکار کہلائے گا۔

معرفتِ الٰہی:

حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ اگر انسان خداوند تعالیٰ کو اچھی طرح نہیں جانے گا تو وہ اس کی صحیح عبادت کس طرح کر سکے گا اور اسے خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ خدا کی معرفت صرف عقل و علم کے ذریعے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہ کام خدا کی عنایت ہی سے انجام پا سکتا ہے۔ جو شخص قہر الٰہی میں مبتلا ہے اللہ کے سوا کوئی چیز اس کو نجات نہیں دلا سکتی۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کا کہنا ہے کہ معرفت کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ موجب ہلاکت ہے البتہ معرفت کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے جو نجات کا باعث ہے۔ معرفت الٰہی کے حوالے سے حضرت سید علی ہجویریؒ مختلف صوفیا کے اقوال بیان کرتے ہیں۔ حضرت بایزیدؒ نے کہا:

ترجمہ: معرفت یہ ہے کہ تم جان لو کہ خلق کی تمام حرکت و سکون حق تعالیٰ کی بدولت ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: معرفت کی حقیقت حق تعالیٰ کا نہایت لطیف انوار کے ساتھ دلوں پر جلوہ فرمانا ہے۔

ابو حفص حدادؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: مجھے جب سے عرفان حق حاصل ہوا ہے اس وقت سے میرے دل میں کسی حق و باطل کو خطرہ نہیں۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: میں تیری صفت و ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

توحید:

حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ حقیقت توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات میں اکیلے ہونے کا یقین کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہ لاثانی، بے مثال، بے عدیل و بے نظیر ہے۔ یہ جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ وہ ایک ہے وصل و فصل سے پاک۔ اس پر دوئی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے توحید الٰہی کے حوالے سے مختلف آیات کا حوالہ دیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قل هو الله احد

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔(سورۃ اخلاص، آیت ۱)

ترجمہ: تم دو معبود نہ بناؤ۔ بلا شبہ معبود ایک ہی ہے۔(سورۃ النحل، آیت ۵۱)

ترجمہ: تمہارا معبود برحق واحد ہے۔(سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۳)

طہارت:

حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلی چیز جو بندے پر فرض ہے وہ طہارت ہے۔ عبادت کے لیے طہارت ضروری ہے۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طہارت ظاہر اور دوسری طہارت دل۔ جس طرح ظاہری طہارت کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح بغیر دل کی طہارت کے معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

خداوند تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(سورۃ البقرہ، آیت۲۲۲)

ظاہر کی طہارت اور باطن کی طہارت میں مطابقت ہونی چاہیے یعنی:

''ہاتھ دھوئے تو اس کے ساتھ ہی دل کی دنیا کی محبت سے پاک کرلے جب استنجا کرے تو جس طرح نجاستِ ظاہر سے پاکی حاصل کی ویسے ہی باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کرلے۔ جب ناک میں پانی ڈالے تو خواہشات کو بھی اپنے اوپر حرام کرے۔ جب منہ دھوئے تو ساتھ ہی تمام خواہشاتِ نفسانی کی چیزوں سے منہ پھیر لے اور حق کی طرف متوجہ ہو۔ جب کہنیوں تک ہاتھ صاف کرے تو اپنے تمام نصیبوں سے علیحدہ ہو جائے۔ جب سر کا مسح کرے تو اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ جب پاؤں دھوئے تو تمام مناہی راہ چلنے سے باز رہنے کی نیت کرے۔''

اگر اس طرح کوئی وضو کرے تو ظاہر کے ساتھ ساتھ اسے باطنی طہارت بھی حاصل ہو جائے گی۔

توبہ:

توبہ کے ضمن میں حضرت سید علی ہجویریؒ آیات اور احادیث سے آغاز کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو۔(سورۃ التحریم، آیت ۸)

ترجمہ: اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔(سورۃ النور، آیت ۳۱)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

Marfat.com

ترجمہ: اللہ کو کوئی چیز اس سے زیادہ پسند نہیں کہ جوان آدمی توبہ کرے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ توبہ کی تین شرطیں بیان فرماتے ہیں:

(۱) پہلی شرط یہ کہ مخالفت حکم ربانی پر افسوس کرے۔

(۲) دوسری شرط یہ کہ اس میں احساس ندامت ہو۔

(۳) تیسری شرط یہ کہ آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرے۔

جب اللہ بندے کو خبردار و ہوشیار رکھتا ہے، دل کو خواب غفلت سے جگاتا ہے تو توبہ میسر آتی ہے۔ جب بندہ اپنے بُرے اور ناپسندیدہ افعال پر سوچ بچار کرتا ہے اور ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ توبہ کو اُس کے لیے آسان بنا دیتا ہے۔ توبہ نیکی سے مزید نیکی کی طرف لے جاتی ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے لفظ توبہ کو لغت کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ لغت میں توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ لہٰذا حق تعالیٰ کی ممنوعات سے باز رہنا، اس لیے کہ اسے حقیقت میں خدا کے حکم کا خوف ہے۔ اصل میں یہی توبہ کی حقیقت ہے۔

انسان خطا کا پتلا ہے وہ توبہ تو کرتا ہے لیکن پھر غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے بار بار توبہ کر کے گناہ سرزد ہونے کا بارے میں ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک شخص نے گناہوں سے توبہ کی، اس کے بعد اس سے گناہ سرزد ہو گیا جس سے وہ بہت شرمسار ہوا۔ ایک دن اس نے اپنے دل میں کہ اگر میں دوبارہ توبہ کر کے راہ ثواب اختیار کر لوں تو میرا کیا حال ہوگا۔ آواز آئی:

ترجمہ: تو نے ہماری اطاعت کی ہم نے تجھے پسند کیا۔ پھر تو نے بے وفائی کی اور ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم نے تجھے مہلت دی۔ اگر پھر توبہ کرے تو ہم قبول کریں گے۔

Marfat.com

حضرت سید علی ہجویریؒ نے قرآنی آیات، احادیث اور صوفیا کے اقوال کی روشنی میں توبہ کی حقیقت، توبہ کی شرائط، بار بار ارتکاب گناہ کے بعد توبہ کی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

نماز:

حضرت سید علی ہجویریؒ قرآن و حدیث کے حوالے سے نماز کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: اور نماز قائم کرو۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۴۳)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: نماز کی حفاظت کرو اور ان چیزوں کی جن کے تم مالک ہو۔

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے لغوی معنی ذکر، دعا اور فرماں برداری کے ہیں اور فقہا کے مطابق مقررہ احکام کے تحت مخصوص عبادات ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق ان کی تعداد پانچ ہے۔ جنہیں پانچ مختلف اوقات میں ادا کیا جاتا ہے۔ نماز کی چند شرائط ظاہری و باطنی ہیں۔

۱۔ اول طہارت نجاستِ ظاہری سے اور طہارت و باطنی شہوت سے۔

۲۔ دوسرے کپڑا نجاست سے پاک ہونا اور باطن حرام سے پاک ہونا۔

۳۔ تیسرے جگہ کا ظاہر میں حادثات اور آفت سے پاک ہونا اور فساد اور گناہ سے باطن میں۔

۴۔ چوتھے رو بہ قبلہ ہونا۔ قبلہ ظاہر کعبہ شریف اور قبلہ باطن عرش اور قبلہ سر مشاہدہ مقصود۔

۵۔ پانچویں قیام ظاہر میں بحالت استطاعت اور قیام باطن باغ قربت میں۔

۶۔ چھٹے جناب حق میں خلوص نیت سے متوجہ ہونا۔

Marfat.com

۷۔ ساتواں تکبیر ہیبت اور فنائے مقام میں کہنا۔ حالت قیام میں وصل کی کیفیت ہو رکوع میں خشوع اور سجدہ فروتنی سے ادا کرنا، تشہد میں اجتماع اور سلام میں فناء صفات بشریہ ہو۔

زکوٰۃ:

حقیقت زکوٰۃ کو بیان کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۴۳)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ترجمہ: ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکوٰۃ مہمان داری ہے۔

زکوٰۃ کا واجب ہونا ایمان کے فرائض اور احکام میں شامل ہے۔ جس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے، اس کی ادائیگی سے انحراف حرام ہے۔ لیکن زکوٰۃ تکمیل نصاب پر واجب ہوتی ہے جیسا کہ دو سو درہم چاندی کی نعمت کامل ہے جس شخص کے تحت تصوف میں پورا سال رہے تو اس پر ان میں سے پانچ درہم فی سبیل اللہ دینا واجب ہوتا ہے اور پانچ اونٹ بھی نعمتِ کامل ہے۔ ان کی بابت ایک بکری واجب ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ رتبے، گھر اور اعضاء کی زکوٰۃ بھی ہوتی ہے۔ اصل میں زکوٰۃ ادائے شکر نعمت ہے جو اسی نعمت کی جنس سے ہو۔ اعضاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اپنے سب اعضاء کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھیں تا کہ زکوٰۃ نعمت کا حق ادا ہو۔

روزہ:

حضرت سید علی ہجویریؒ کے نزدیک ارکان اسلام میں روزہ ایک اہم رکن ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (سورۃ البقرہ)

روزہ دراصل اپنی نفسانی خواہشات کو روکنا اور ان پر قابو پانا ہے پس رمضان کے ایک مہینے کے روزے ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مسلمان پر فرض ہیں۔ روزے کے لیے صحیح نیت کا ہونا ضروری ہے اور اس کی بہت سی شرائط ہیں مثلاً پیٹ کو کھانے پینے سے بچائے رکھے۔ آنکھ کو نظر کی شہوت سے، کان کو غیبت سننے، زبان کو لغو اور بے ہودہ باتوں اور جسم کو دنیا کی پیروی اور شریعت کی مخالفت سے محفوظ رکھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا:

ترجمہ: جب تو روزہ رکھے تو چاہیے کہ تیرے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور تیرا ہر عضو بھی روزہ رکھے۔

حج:

اسلام کے رکن حج کے حوالے سے حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں سے ایک رکن حج ہے۔ یہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو عاقل بالغ اور صاحب استطاعت ہو۔ قرآن میں ہے:

ترجمہ: لوگوں پر اللہ کے لیے حج کرنا فرض ہے جو سفر کی استطاعت رکھتے ہوں۔

(سورۃ آلِ عمران، آیت ۹۷)

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حج اصل میں مقام مشاہدہ ہے جو مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے اس سلسلے میں وہ سلطان بایزیدؒ کا فرمان لکھتے ہیں کہ پہلے حج میں، مَیں

Marfat.com

نے خانہ کعبہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور دوسری مرتبہ خانہ کعبہ کے ساتھ اس کے مالک کو بھی دیکھا لیکن تیسری مرتبہ میں صرف خانہ کعبہ کے مالک ہی کو دیکھ سکا اور خانہ کعبہ نظر نہیں آیا۔ الغرض حرم وہاں ہوتا ہے جہاں مشاہدہ اپنی تمام ارتقائی منازل طے کر چکے۔ مشاہدہ کا مقام تو اسی کو میسر ہو سکتا ہے جس کے دل میں مشاہدے کی تعلیم ہو۔ حج کا مقصود خانہ کعبہ کی زیارت نہیں بلکہ کشف کا مقصود مشاہدہ ہے۔

جود و سخا:

جود و سخا کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: سخی جنت سے قریب اور جہنم سے دور رہتا ہے اور بخیل جنت سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔

سخاوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ نے متعدد روایات نقل کی ہیں تاکہ سخاوت کی حیثیت راسخ ہو جائے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان کی وادی میں جو بکریاں تھیں وہ اُسے دے دیں، وہ اپنی قوم میں گیا اور کہنے لگا: تم سب مسلمان ہو جاؤ کیوں کہ محمد ﷺ اتنا زیادہ عطا کرتے ہیں کہ اپنی تنگ دستی سے بھی نہیں ڈرتے۔

استخارہ اور خلوص نیت:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ استخارہ کرنا خداوند بزرگ و بلند کے آداب کی حفاظت ہے۔ شیطان سے خدا کی پناہ اور استعانت چاہنا اور اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرنا یہ سب باتیں استخارہ کے متعلق ہیں۔ انسان کو ہر اہم کام میں استخارہ کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اُسے ہر خطا، ہر خلل اور ہر آفت سے محفوظ رکھے۔

اس سلسلے میں دوسری اہم ترین چیز یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو نفسانی اغراض سے پاک کر کے کیوں کہ نفس ایک مراد پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ جوں ہی ایک مراد پوری ہوتی ہے دوسری مراد پیش کر دیتا ہے اور پھر انسان اس کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ ہر کام کو شروع کر لینے سے پہلے اس کی نیت ضرور کر لینی چاہیے۔ اگر کام میں کچھ خلل واقع ہو جائے تو اس میں انسان کچھ نہیں کر سکتا لیکن نیت اس کو کرنے اور انجام تک پہنچانے کی ہونی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: مومن کی نیت اس کے عمل سے اچھی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت سید علی ہجویریؒ مثال دیتے ہیں کہ ایک شخص روزہ رکھنے کی نیت کے بغیر بھوکا رہے تو اُس کو کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر وہی شخص روزہ رکھنے کی نیت کے ساتھ بھوکا رہے تو اُسے اتنا ثواب ملتا ہے کہ وہ مقربان بارگاہ الٰہی کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ کسی بھی کام کی ابتدا میں ضروری ہے کہ آدمی کی نیت خالص اور اچھی ہو۔

صحبت اور متعلقات صحبت:

حضرت سید علی ہجویریؒ نے ''کشف المحجوب'' میں صحبت اور اس سے متعلقہ امور بیان فرمائے ہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ صحبت ہمیشہ نیک لوگوں کی اختیار کرنی چاہیے اور جس کی صحبت سے کوئی دینی فائدہ نہ ہو اس کی صحبت سے دور رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت سید علی ہجویریؒ نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ:

''ایک مرد کعبہ کے طواف میں کہہ رہا تھا۔ الٰہی! میرے بھائیوں کو صالح

Marfat.com

کر دے۔ اسے لوگوں نے کہا۔ اس مقام پر تو اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتا بلکہ اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اے بھائی جب ان میں جاؤں گا۔ اگر وہ صالح ملے تو میں بھی ان کی صلاحیت سے صالح ہوں گا اور اگر وہ فسادی رہے تو میں بھی ان کے فساد سے مفسد ہو جاؤں گا۔ جب صحبت صالحاں میرا قاعدہ ہے تو میں بھی ان کی صحبت سے صلاحیت اختیار کرلوں گا۔ اس لئے اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرتا ہوں تاکہ ان کے ذریعہ میرا مقصد حاصل ہو جائے۔"

اس طرح صحبت کی اہمیت کے پیش نظر حضرت سید علی ہجویریؒ ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں:

ترجمہ: اکثر انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے صحبت بہت اچھی چیز ہے اس لیے کہ اکیلا رہنا مرید کو ہلاک کر دیتا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دُور رہتا ہے۔

آداب سفر:

حضرت سید علی ہجویریؒ نے "کشف المحجوب" میں سفر کے حسب ذیل مقاصد بیان فرمائے ہیں:

(۱) حج یا عمرہ کے لیے

(۲) جہاد کے لیے

(۳) علم کی تلاش

Marfat.com

(۴) کسی مقدس مقام کی زیارت

(۵) تبلیغ کے لیے

سفر کے آداب کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ سفر فی سبیل اللہ ہونا چاہیے، خواہشات نفسانی سے منہ موڑ کر ظاہر کے سفر کی طرح باطن کا سفر بھی کرے۔ ہمیشہ باوضو رہے۔ سفر میں خرقہ، مصلیٰ، لوٹا، رسی، جوتا اور عصا ساتھ رکھے تاکہ خرقہ سے بدن ڈھانپے، مصلےٰ پر نماز پڑھے، لوٹے سے وضو کرے اور عصا کی مدد سے نقصان پہنچانے والی چیزوں سے محفوظ رہے۔ وہ کنگھی، ناخن گیر، سوئی دھاگہ، سرمہ دانی اور تیل بھی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں سُنت کی پیروی کرے۔ جب کسی مقیم درویش کے پاس پہنچے تو عزت و احترام سے پیش آئے۔ اپنے میزبان پر زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔

چلنے کے آداب:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ ایک درویش کو چلتے وقت مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱) چلتے وقت عاجزی کے ساتھ سر نیچا کر کے چلے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عجز و انکسار سے چلتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان، آیت ۶۳)

(۲) نظر سامنے رکھے۔

(۳) جماعت میں ساتھیوں سے آگے نہ بھاگے۔

(۴) جوتوں کو ناپاک جگہ پر نہ رکھے۔

Marfat.com

(۵) راستے میں بات کرنے کے لیے کسی کو نہ روکے کیوں کہ لوگ اس کی وجہ سے انتظار میں کھڑے رہیں گے۔

(۶) راستے میں دوسروں کو اپنا انتظار نہ کرائے۔

(۷) متعدل چال سے چلے نہ تو جلدی جلدی کہ ساتھ چلنے والوں کو اس کی وجہ سے زحمت ہو اور نہ بالکل آہستہ آہستہ متکبرانہ انداز میں۔ کیونکہ قدموں کے صحیح پڑنے سے دل میں آنے والے خیالات بھی پاکیزہ رہتے ہیں۔

(۸) زمین پر قدم پورا رکھے۔

غرض یہ کہ ہر طالب حق کی رفتار ایسی ہو کہ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کہاں جا رہے ہو تو وہ پوری دلجمعی سے کہہ سکے کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں اور اسی نے میری رہنمائی فرمائی ہے۔

سونے کے آداب:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ ہر گروہ اس بات پر متفق ہے کہ نیند کے غلبے کے بغیر نہیں سونا چاہیے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ اس ضمن میں ایک حدیثؐ کا حوالہ دیتے ہیں کہ:

ترجمہ: نیند موت کی بہن ہے۔

لہٰذا زندگی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور موت ایک مصیبت و بلا ہے۔ بلا شبہ بلا کے مقابلے میں نعمت اچھی چیز ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر مشائخ طریقت میں بہت اختلاف ہے۔

بعض صوفیا کا خیال ہے کہ صرف نیند کے غلبہ کی صورت ہی میں سونا چاہیے لیکن

Marfat.com

بعض کا خیال ہے کہ نیند کے بارے میں اتنی سختی جائز نہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ دونوں کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اپنے فرائض سے غافل ہو کر پڑے رہنا بھی غلط ہے اور زبردستی نیند کو روک روک کر اپنے آپ کو عذاب دینا بھی درست نہیں۔

حضرت سید علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ سونے کے آداب یہ ہے کہ جب سوئے تو اپنی نیند کو آخری نیند سمجھے اس لیے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے جو اس سے ناراض ہیں ان کو راضی کرے۔ پاکیزگی کی حالت میں سوئے۔ اپنے داہنے ہاتھ قبلہ رو ہو کر سوئے اور یہ عہد کر کے سوئے کہ اگر اس نیند سے بیدار ہوا تو خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا بلکہ اس نافرمانی کا خیال تک دل میں نہ لائے گا۔

خاموشی اور گفتگو کے آداب:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ صوفیا کے درمیان خاموشی اور گفتگو کے مسئلہ پر اختلاف رائے موجود ہے۔ ایک گروہ خاموشی کو گفتگو پر ترجیح دیتا ہے اور دوسرا گروہ بولنے کو خاموشی سے افضل سمجھتا ہے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کی رائے اس ضمن میں یہ ہے کہ حق پر بولنا ہی بہتر اور باطل کہنے کی بجائے خاموشی زیادہ مناسب ہے۔ حصول مقصد میں خاموشی درست ہے اور جو خاموشی غفلت کی وجہ سے اختیار کی جائے اس سے کلام بہتر ہے۔

اللہ نے فرمایا:

قول معروف

ترجمہ: نیک بات کہنی چاہیے۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۳)

حضرت سید علی ہجویریؒ نے آداب گفتگو بیان فرمائے ہیں:

(۱) بغیر امر الٰہی کے کلام نہ کرے اور اگر خاموش رہے تو جہالت و غفلت میں نہ رہے۔

Marfat.com

(۲) امرِ حق کے سوا کچھ نہ کہے۔

(۳) مشائخ کے کلام میں دخل اندازی اور تصرف نہ کرے۔

(۴) جھوٹ نہ بولے۔

(۵) غیبت نہ کرے۔

(۶) کسی مسلمان کو اپنی گفتگو سے تکلیف نہ پہنچائے۔

(۷) بڑوں کو ان کے نام سے نہ پکارے۔

(۸) جب تک پوچھا نہ جائے کچھ نہ کہے۔

(۹) بولنے کی ابتدا خود نہ کرے۔

(۱۰) باطل پر خاموش نہ رہے۔

کھانا کھانے کے آداب:

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ انسان کھائے پیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا لیکن اس کی ضروری شرط یہی ہے کہ اس میں حد سے زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے:

ترجمہ: جس شخص کا مقصود شکم پروری ہے وہ جان لے کہ اس کی قیمت وہی ہے جو چیز اس سے خارج ہوتی ہے۔

حضرت ابویزید رحمتہ اللہ علیہ کا قول بھی حضرت سید علی ہجویریؒ نے بیان فرمایا ہے کہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ بھوکا رہنے کی اتنی زیادہ تعریف کیوں کرتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اگر فرعون نے بھوک دیکھی ہوتی تو وہ کبھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اگر

Marfat.com

قارون بھوکا رہتا تو کبھی باغی نہ بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: کفار دنیا میں تمتع حاصل کرتے ہیں اور چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (سورۃ محمد، آیت ۱۲)

کھانے کے آداب میں اہم بات یہ ہے کہ تنہا نہ کھائے اور کھانے میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے۔ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: لوگوں میں سب سے بُرا آدمی وہ ہے جو تنہا کھائے، اپنے غلام کو پیٹے اور خیرات دینے سے گریز کرے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے کھانا کھانے کے حسب ذیل آداب بیان فرمائے ہیں:

(۱) جہاں تک ہو سکے اکیلا نہ کھائے۔

(۲) اللہ کے نام سے شروع کرے۔

(۳) کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے۔

(۴) نظر اپنے لقمے پر رہے۔

(۵) کھانے کے دوران مکمل پیاس کے بغیر پانی نہ پیے اور پیے تو اتنا تھوڑا کہ جگر تر ہو جائے۔

(۶) لقمہ بڑا نہ لے، خوب چبا کر کھائے، جلدی نہ کرے اس سے بدہضمی کا اندیشہ ہے۔

(۷) کھانے کے دوران ساتھیوں سے انصاف کرے یعنی اپنے حصے سے زیادہ نہ لے۔

(۸) کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ہاتھ دھوئے۔

(۹) اگر جماعت میں سے تین یا زیادہ آدمی خفیہ کسی دعوت میں چلے جائیں اور کچھ کھائیں تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ حرام ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں، جب سب اس کھانے پر متفق ہوں تو یہ جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک

Marfat.com

جائز ہے کیونکہ اس کے لیے انصاف شرط نہیں ہے۔ انصاف صرف صحبت کی حالت میں جائز ہے کیونکہ جب اکیلا ہوگا تو صحبت کی شرط قائم نہیں رہے گی۔

(۱۰) کسی درویش کی دعوت کو رڈ نہ کرے اور دنیادار کی دعوت قبول نہ کرے۔ اس لیے کہ دنیا دار درویشوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

(۱۱) جب دعوت میں جائے تو کھانے یا نہ کھانے میں تکلیف نہ کرے بلکہ وقت کے تقاضے کے مطابق جو ملے کھالے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سید علی ہجویریؒ نے اپنی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانے میں ''کشف المحجوب'' جیسی نابغہ روزگار کتاب لکھی۔ اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیاؒ کا فرمان ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اُسے کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد کامل مل جائے گا۔ ''کشف المحجوب'' کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویریؒ نے تصوف کے ہر مضمون کو قرآن وسنت سے ثابت کیا ہے اور شریعت کے خلاف تمام نظریات جو اس زمانے میں مروج تھے سب کی تردید کر دی۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے اسلام کی ہر بات اور ہر رکن کے حقیقی باطنی معانی بیان کر دیے ہیں۔ ''کشف المحجوب'' ایک ایسا شاہکار ہے جس کی بدولت صحیح اسلامی تصوف نے برصغیر پاک و ہند میں فروغ پایا۔ صوفیائے کرام کے تذکرہ نگاروں مثلاً خواجہ فرید عطارؒ، حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ صاحب نفحات الانس، حضرت خواجہ محمد پارسا صاحب فصل الخطاب اور خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے اپنے تذکروں میں اور تصانیف میں ''کشف المحجوب'' سے استفادہ کیا ہے۔ آپ کے مقولوں اور آپ کی تحقیق کو بطور سند پیش کیا ہے۔

اپنی بے مثال کتاب ''کشف المحجوب'' کو ختم کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ نے ایک جملے میں ساری طریقت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اس کتاب

Marfat.com

کے پڑھنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جو احکام لکھے گئے ہیں ان کی رعایت کریں اور ان پر عمل کریں۔ اللہ ہی مدد کرنے والا اور جمع وتفریق کا مالک ہے وہی ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین ساتھی وصلی اللہ علیٰ محمد ؐ و الہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا۔

حکیم محمد موسیٰ امرت سری ''کشف المحجوب'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

''کشف المحجوب کاملین کے لیے رہنما ہے تو عوام کے لیے پیر کامل کی حیثیت رکھتی ہے چانچہ عوام میں سے اس کا مطالعہ کرنے والوں کو دولتِ عرفان وایقان حاصل ہوتی ہے اور شک وشبہات کی وادی میں بھٹکنے والے یقین کی دنیا میں آباد ہو جاتے ہیں اور اس کے بار بار کے مطالعہ سے حجابات اُٹھ کر نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ اس نادر بے مثل کتاب کو جو مقبولیت و پذیرائی نصیب ہوئی وہ اس موضوع کی کسی اور فارسی میں لکھی جانے والی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔ اکابر اولیاء نے خود اس سے استفادہ کیا ور طالبانِ حق کو اس سے مستفید ہونے کی تلقین فرمائی۔ اس لیے کہ اس میں ناقصوں اور کاملوں کے لیے سامانِ ہدایت موجود ہے۔''

الغرض ''کشف المحجوب' 'صوفیانہ فکر ونظر اور اپنی تعلیمات کے باعث ہر دور میں عظیم تخلیق قرار دی گئی ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ولادت ۵۳۰ھ یا ۵۳۷ھ سجستان میں ہوئی۔ ان کے والد خواجہ سید غیاث الدینؒ اپنے وقت کے صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ والدہ بی بی ماہ نور بہت نیک خاتون تھیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حسینی سید ہیں۔ اِن کا شجرہ نسب یوں ہے:

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بن خواجہ سید غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسن بن سید نجم الدین طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید امام حسینؓ بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین سے حاصل کی۔ جب بارہ یا پندرہ برس کے ہوئے تو والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ترکے میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی۔ ایک روز آپ اپنے باغ کی دیکھ بھال میں مصروف تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ تذکروں میں ان کا نام ابراہیم قندوزیؒ ملتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ان کو بہت عزت سے بٹھایا اور ان کی خدمت میں انگور پیش کیے۔ حضرت ابراہیم قندوزیؒ نے اپنے پاس سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے منہ میں ڈال دیا۔ انھوں نے بڑے شوق سے وہ ٹکڑا کھا لیا۔ اسے کھاتے ہی خواجہ صاحب کا دل انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا۔ (سیر العارفین)

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے چند روز میں باغ اور چکی فروخت کر دی اور حاصل ہونے والی رقم فقیروں میں بانٹ دی۔ سمرقند کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد بخارا گئے اور مولانا حسام الدین بخاریؒ سے علوم ظاہریہ کی تکمیل فرمائی۔ مرشد کامل کی تلاش میں عراق چلے آئے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت کی۔ ''سیر الاقطاب''، ''مونس الارواح'' اور ''سفینۃ الاولیاء'' کے مطابق دس، بیس، یا آٹھ سال تک اپنے مرشد کی خدمت اور ان کے ہمراہ سیوستان، دمشق، بدخشاں، بغداد، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سیاحت بھی کرتے رہے۔ مدینہ منورہ ہی میں بارگاہِ رسالتؐ سے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو ہندوستان جانے کا پیغام ملا۔ مرشد سے اجازت طلب کی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے بخوشی اجازت دے کر اپنا خرقہ، مصلّٰی، نعلین اور عصا مرحمت فرمایا۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بیعت کے فوراً بعد ہی خرقہ خلافت سے نوازے جا چکے تھے۔

جس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان داخل ہوئے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ وصال فرما چکے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار مبارک پر چلہ کیا اور فیض حاصل کیا۔ روایت ہے کہ وقتِ رخصت آپ نے یہ شعر فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ لاہور سے روانہ ہو کر دہلی میں بھی کچھ دن ٹھہرے۔ دہلی میں قیام کے دوران ہزاروں ہندو آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ۵۶۱ھ یا ۵۸۷ھ میں خواجہؒ صاحب اجمیر پہنچے۔ اُس وقت ہندوستان میں پرتھوی راج کی حکومت تھی جو بہت طاقت ور راجا تھا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر آنے کے بعد ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اس جگہ پر راجا کے اونٹ باندھے جاتے تھے۔ راجا کے ملازم رات کے وقت اونٹ باندھنے کے لیے آئے اور ایک درویش کو وہاں موجود پا کر کہا کہ یہ جگہ راجا کے اونٹوں کے لیے ہے۔ اس لیے آپ یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا: یہاں راجا کے اونٹ بیٹھے رہیں گے۔ اس کے بعد آپ اناساگر کے کنارے تشریف لے گئے۔

صبح کے وقت جب شتربانوں نے اونٹوں کو اُٹھانا چاہا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اونٹ اٹھنے سے قاصر ہیں۔ شتربانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے معافی طلب کی۔ آپؒ نے فرمایا: جاؤ تمھارے اونٹ کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر شتربان واپس آئے اور دیکھا کہ اونٹ کھڑے ہیں۔ اس خبر کو سُن کر راجا سخت حیران ہوا۔

اناساگر (تالاب) کے گرد ہندوؤں کے بے شمار مندر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان مندروں میں ہر شب سینکڑوں من تیل دیے جلانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ تالاب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے ساتھیوں کے وضو کرنے کے باعث ہندو سخت برہم ہوئے اور راجا سے مسلمان فقیر کی شکایت کی۔ پرتھوی راج پہلے ہی اپنی ماں کی پیشین گوئی کے باعث پریشان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پرتھوی کی ماں علمِ نجوم کی ماہر تھی اور کئی سال پہلے پرتھوی سے کہہ چکی تھی کہ اجمیر میں ایک درویش کے آنے پر اُس کا زوال یقینی ہے۔ اب پرتھوی راج کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ مسلمان درویش یہی ہے جو اناساگر کے کنارے آباد ہے۔

''سیر الاقطاب'' کے مطابق پرتھوی راج کے سپاہی اور برہمن ہتھیار اُٹھائے

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پاس آئے۔ ان لوگوں کے ارادے دیکھ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک مٹھی بھر خاک آیۃ الکرسی پڑھ کر ان لوگوں کی طرف پھینکی۔ وہ خاک جس جس پر گری وہ یا تو پاگل ہو گیا یا اُس کا جسم خشک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ہندو بھاگ کر راجا کے پاس پہنچے اور اسے ساری بات بتائی۔ راجا نے ہندوؤں کے بڑے مہنت رام دیو کو جو کہ ایک جادوگر تھا، درویشوں کو اجمیر سے نکالنے کے لیے بھیجا۔ رام دیو زبردست تیاری کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے سامنے جا پہنچا لیکن حضرت خواجہؒ کی ایک نگاہ پڑنے کی دیر تھی کہ اس کی حالت تبدیل ہو گئی اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اُس کا نام رام دیو سے شادی دیو رکھ دیا۔

شادی دیو کے قبولِ اسلام سے پرتھوی راج سخت پریشان ہوا اور اب اُس نے ہندوستان کے مشہور جادوگر جے پال کو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے مقابلے کے لیے آمادہ کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے ساتھیوں کے گرد حصار کھینچا اور فرمایا کہ دشمن اس دائرے کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ جے پال نے اپنے سارے منتر آزمائے مگر وہ ناکام رہا۔ آخر کار اس نے ہرن کی کھال بچھائی اور ہوا میں اُڑنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ ہوا میں رہ کر آپ اور آپ کے ساتھیوں پر آگ برسائے گا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ اس بدبخت کو زمین پر لے کر آؤ۔ کھڑاؤں نے مار مار کر اسے زمین پر اترنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے دل سے اپنے شکست کا اعتراف کیا اور اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اسے معاف فرما کر کلمہ پڑھایا اور اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا۔ عبداللہ نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی معیت میں گزار دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اناساگر کے کنارے سے اُٹھ کر اس جگہ تشریف

Marfat.com

لے گئے جہاں آج آپ کا مزار مبارک ہے۔ پرتھوی راج نے خواجہ صاحبؒ کو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالے کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی کہی بات درست ثابت ہوئی۔ سلطان شہاب الدین نے دو مرتبہ حملے کیے اور دوسری بار میں پرتھوی راج گرفتار ہو کر مارا گیا۔ بعدازاں سلطان شہاب الدین، خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے سینے سے لگا کر دعائیں دیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تقریباً پچاس برس اجمیر میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ کی تبلیغ کے باعث لاکھوں ہندو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایک لنگر خانہ جاری کیا جس کے دروازے سب کے لیے کھلے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے سلسلہ چشتیہ کو نہایت فروغ دیا اور اپنے مرشد کی تعلیمات ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچا دیں۔

ازدواجی زندگی:

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر شریف میں قیام کے دوران دو شادیاں کیں۔ آپ کے تین بیٹے حضرت سید فخر الدین، حضرت سید ضیاء الدین ابو سعید اور حضرت سید حسام الدین اور ایک بیٹی بی بی حافظہ جمال تھیں۔

وصال:

ہندوستان آمد کے اپنے مقصد کو پورا کر لینے کے بعد آخرکار آپ کی دنیا سے روانگی کا وقت آ پہنچا۔ ''سیر الاقطاب'' اور دیگر کتابوں میں ہے کہ وفات کے روز

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کو ایسی آوازیں آتی رہیں جیسے کوئی وجد کی حالت میں اپنے پاؤں پٹکتا ہو۔ خدام نے سوچا کہ خواجہ صاحبؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہے۔ آخر شب یہ آواز بند ہو گئی۔ فجر کی نماز کے وقت دروازے پر دستک دینے پر کوئی آواز نہ آئی۔ کسی نہ کسی طرح دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ وصال فرما چکے ہیں۔ آپ کا وصال ۶۳۲ھ یا ۶۳۳ھ میں ہوا۔ اجمیر شریف میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

تعلیمات:

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ملفوظات ''دلیل العارفین'' کے عنوان سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مرتب کیے ہیں۔ ان ملفوظات سے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تعلیمات سامنے آتی ہیں جو اس طرح ہیں:

☆ کوئی شخص پابندئ نماز کے بغیر اللہ کے حضور ہرگز مقبول نہیں ہوسکتا۔ نماز دین کا ستون ہے۔ ستون کھڑا رہے گا تو گھر سلامت رہتا ہے۔ ستون گر پڑے تو گھر بھی گر جائے گا۔ قیامت کے دن فرائض کے ساتھ سنتوں کا بھی حساب ہو گا۔ اگر سنت نہیں ادا کی ہو گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیشی ہو گی کہ یہ شخص آپؐ کی امت سے ہے لیکن اس نے آپ کی سنتوں کے ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے مزید فرمایا کہ افسوس اس شخص پر جو قیامت کے دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہو گا۔ ایسے شخص کا ٹھکانہ کہاں ہو گا۔

☆ مُرید کے لیے ضروری ہے کہ مُرشد کے احکام کی پوری تکمیل کرے۔

☆ رات کو باوضو سونا چاہیے۔ ایسا کرنے والوں کے سرہانے فرشتے رات بھر

Marfat.com

اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ راہِ سلوک میں چار گناہ کبیرہ ہیں:

۱۔ گورستان میں قہقہہ لگانا۔

۲۔ گورستان میں کھانا پینا، کیوں کہ یہ عبرت کا مقام ہے۔

۳۔ مردم آزاری کرنا۔

۴۔ خدا کا نام لے کر لرزہ بر اندام نہ ہونا۔

سالک کے لیے ضروری ہے کہ ان گناہوں سے بچے۔

☆ عارف کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

۱۔ عارف وہ ہے جس پر روزانہ انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

۲۔ عارف علم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے۔

۳۔ عارف پر جب حال کی کیفیت ہے تو وہ ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اگر ہزاروں فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ متوجہ نہیں ہوتا۔

۴۔ عارف کو دنیا کے شور اور ہنگامے کی کوئی خبر نہیں رہتی۔

۵۔ عارف محبت میں کامل ہوتا ہے اور جب وہ اپنے دوست سے ہم کلام ہوتا ہے تو وہ ہوتا ہے یا اُس کا دوست۔

۶۔ عارف کے لیے ہیبت، تعظیم اور حیا بہت ضروری ہے۔

☆ جو شخص جھوٹی قسم کھائے، اس کے گھر سے برکت اُٹھ جاتی ہے اور گھر ویران ہو جاتا ہے۔

☆ لوگوں میں ضعیف ترین شخص وہ ہے جو وعدہ شکنی کرے اور اپنی بات پر قائم نہ رہے۔

☆ حسد بہت بُری شے ہے۔ اسے ہرگز دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔

☆ بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی اُمید پر گناہ کرے۔

Marfat.com

الغرض صوفیائے کرام میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کی کوششوں سے ہی ہندوستان کا کونہ کونہ اسلام کی روشنی سے منور ہوا۔ ''مونس الارواح'' کے مطابق آپ کو قطب المشائخین، ملک المشائخ، سلطان السالکین، منہاج المتقین، قطب الاولیاء، شمس الفقراء وغیرہ جیسے القابات دیے گئے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں کافی اختلافات ہیں تاہم اکثریت ۵۶۹ھ ہجری پر متفق ہے۔ آپ کا شجرہ نسب ''سیر الاقطاب'' کے مطابق اس طرح ہے:

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بن سید موسیٰ بن سید احمد بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحاق بن سید المعروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن امیر المومنین حضرت امام محمد نقی الجوادین امیر المومنین حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی جائے پیدائش اوش ہے۔ ان کے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے انھیں کو ''قطب الاقطاب'' کا خطاب دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پیدائشی ولی تھے اور ان کی والدہ کا بیان ہے کہ جب یہ بطن میں تھے تو نصف شب کے بعد سے ایک پہر دن تک بلند آواز سے اللہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی عمر ڈیڑھ برس کی تھی تو والد وفات پا گئے۔ ان کو ابتدائی تعلیم والدہ نے دی۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو والدہ نے انھیں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے

Marfat.com

پاس رسم بسم اللہ کے لیے بھیجا جو اتفاق سے انہی دنوں اوش آئے ہوئے تھے۔ حضرت نے قطب صاحب کی تختی لکھنا چاہی تو اُسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے خواجہ! ابھی لکھنے میں توقف کرو۔ قاضی حمید الدین ناگوری آ رہا ہے۔ وہ ہمارے قطب کی تختی لکھے گا اور تعلیم دے گا۔ یہ آواز سن کر حضرت رُک گئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے آنے کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے دریافت کیا کہ تختی پر کیا لکھا جائے تو جواب میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ پڑھا:

سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلا من المسجدِ الحرام.

قاضی حمید الدین ناگوریؒ یہ سن کر حیران ہوئے اور پوچھا کہ یہ تو پندرھویں سیپارہ میں ہے۔ تم نے قرآن کس سے پڑھا ہے؟ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے جواب دیا کہ میری والدہ کو پندرہ سیپارے یاد ہیں اور وہ میں نے ان کے بطن میں موجودگی کے دوران یاد کر لیے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے صرف چار دن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو باقی قرآن یاد کروا دیا۔ بعدازاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مولانا ابوحفصؒ کی صحبت میں رہتے ہوئے ظاہری و باطنی علوم حاصل کیے۔

مولانا ابوحفصؒ سے تعلیم کا قصہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی والدہ نے انھیں ایک خادم کے ہمراہ مکتب کی تعلیم کے لیے روانہ کیا۔ راستے میں ایک بزرگ نے خادم سے کہا کہ اس بچہ کو مولانا ابوحفصؒ کے پاس لے جاؤ۔ وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد وہ بزرگ خود بھی ساتھ چل پڑے اور مولانا ابوحفصؒ کے پاس پہنچ کر فرمایا۔ اس بچہ کو اچھی طرح تعلیم دینا۔ اس سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ بزرگ کے جانے کے بعد مولانا ابوحفصؒ نے خادم سے فرمایا کہ یہ بزرگ

Marfat.com

حضرت خواجہ خضرؑ تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے لقب کاکی کے بارے میں "سیر العارفین" میں بیان ہے کہ ان کے گھر میں فاقہ رہتا تھا اور قطب صاحب کی اہلیہ پڑوس کے بقال کی بیوی سے ایک ٹکہ یا بہلول قرض لے کر خورد و نوش کا انتظام کرتیں۔ جب کچھ آتا تو قرض ادا کر دیتیں۔ ایک دن اس بقال شرف الدین کی بیوی نے کہا کہ اگر وہ قرض نہ دے تو ان کا گھر نہیں چل سکتا۔ یہ بات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی اُہلیہ کو ناگوار محسوس ہوئی اور اُنھوں نے قرض لینا بند کر دیا۔ جب یہ بات حضرت قطب صاحبؒ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ قرض نہ لیا جائے بلکہ ضرورت کے وقت طاق سے کاک (نان) اُٹھا لیے جائیں۔ آپ کی اہلیہ ایسا ہی کرتیں۔ ایک دن انھوں نے بقال کی بیوی کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ اُس دن سے کاک نکلنا بند ہو گئے۔

مولانا ابوحفصؒ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بیعت ہوئے۔ "سیر الاقطاب" کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے چند ہی یوم میں درجات سلوک طے کر لیے اور ان کے مرشد نے انھیں خرقۂ خلافت عطا کیا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ایک طویل عرصہ اپنے پیر و مرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ساتھ سیاحت کرتے رہے۔ ۵۸۶ ہجری میں چشت، ہرات، لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی اور اجمیر پہنچے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے انھیں دہلی کی ولایت عطا فرمائی۔

اجمیر میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ملتان گئے جہاں ان کی ملاقات حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے بھی ہوئی جو کہ تلاشِ علم کے سلسلے

Marfat.com

میں مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں موجود تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ ایک کتاب "نافع" پڑھ رہے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ان سے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو؟ بابا صاحب نے جواب دیا: "کتاب نافع پڑھتا ہوں۔"

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا: نافع سے تمھیں نفع ہوگا۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ جب حضرت خواجہ بختیارؒ دہلی روانہ ہونے لگے تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے بھی ساتھ جانے کی درخواست کی لیکن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے انھیں پہلے مختلف علوم کے حصول کا کہا۔ بعدازاں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ دہلی پہنچ کر ان سے بیعت ہوئے۔

ملتان میں قیام کے دوران حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ایک مسجد میں ٹھہرے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نہایت عزت سے انھیں ساتھ لے گئے اور اپنی خانقاہ میں ٹھہرایا۔ سلطان ناصر الدین نے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملتان میں ہی مستقل قیام کی درخواست کی۔ جس پر حضرت خواجہ قطبؒ نے فرمایا کہ میں اپنے پیر و مرشد کی اجازت کے بغیر کسی جگہ قیام نہیں کر سکتا۔ ملتان میں میرے بھائی حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی ولایت ہے۔ ملتان میں بے شمار لوگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن انھوں نے منع فرما دیا۔ جب دہلی روانہ ہونے لگے تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے انھیں ملتان کی حدود سے باہر بیعت سے نوازا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دہلی سے ایک عریضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے نام بھیجا جس میں تحریر تھا کہ میرا دل زیارت کے لیے بے تاب ہے۔ اگر ارشاد ہو تو حاضر خدمت ہو کر شرفِ قدم بوسی حاصل کروں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ دہلی میں قیام کرو۔ روحانی ملاقات تو ہر وقت ہے ہی۔ انشاء اللہ! میں کچھ روز بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ ملاقات ظاہری بھی ہو جائے گی۔

اس جواب کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مستقل دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ ''سیر الاقطاب'' کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہر وقت عقیدت مندوں میں گھرے رہتے۔ خود بادشاہ ہفتہ میں دو بار زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے انھیں شیخ الاسلام کا منصب پیش کیا مگر خواجہ صاحبؒ نے انکار فرما دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے انکار کے بعد شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام کا عہدہ دیا گیا۔

دہلی میں جو مقبولیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو حاصل ہوئی۔ وہ شیخ الاسلام جیسا بڑا عہدہ رکھنے کے باوجود شیخ نجم الدین صغریٰ کو نہ ملی اور وہ رشک وحسد کا شکار ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر سے دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا تو بے شمار لوگ ملنے آئے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ، قطب صاحب سے رشک کے باعث حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے ملنے نہ آئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ خود شیخ نجم الدین صغریٰ سے ملاقات کے لیے گئے۔ وہ اچھی طرح نہ ملے تو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ تم نے شیخ الاسلامی کے گھمنڈ میں پرانے دوستوں کو بھی بھلا دیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے شرمندہ ہو کر معذرت کی اور کہا کہ میں جیسا آپ کا مخلص تھا، اب بھی ویسا ہی ہوں مگر قطب صاحبؒ نے میری قدر و منزلت ختم کر دی ہے۔ جب سے وہ دہلی آئے ہیں۔ لوگ انھی کی طرف متوجہ ہیں۔ میں تو برائے نام شیخ الاسلام ہوں اور مجھے کوئی پوچھتا تک نہیں۔

Marfat.com

یہ بات حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو ناگوار محسوس ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو، کیوں کہ یہاں کے کچھ لوگ تمہارے دہلی میں قیام سے ناراض ہیں۔

جس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ساتھ اجمیر روانہ ہونے لگے تو دہلی کے عوام دیوانوں کی طرح روتے ہوئے آپ کے پیچھے جانے لگی۔ سلطان شمس الدین التمش کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے عرض کی کہ قطب صاحب کو اجمیر نہ لے جائیں۔ برائے خدا یہیں رہنے دیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے فرمایا کہ تم دہلی میں ہی رہو، کیوں کہ تمہارے چلے جانے سے لوگ پریشان ہو جائیں گے۔ دہلی شہر تمہارے سپرد ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی میں قیام کے دوران کبھی کبھی اپنے مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے ملنے جاتے رہتے تھے۔ آخری مرتبہ انھوں نے ایک عریضہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں بھیجا۔ جس میں اجمیر شریف آنے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ ''سیر الاقطاب'' کے مطابق حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے جواب فرمایا کہ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ تم جلد آؤ کیوں کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ جواب ملتے ہی اجمیر شریف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں گزارا۔ آخری مجلس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے دہلی کی خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو عطا کی۔ ''دلیل العارفین'' کے مطابق دستار اور کلاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے سر پر رکھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عصا اور خرقہ عطا کیا۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اور مصلا دیتے وقت فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ہے جو چشتی خواجگان کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے۔

Marfat.com

اب یہ تمہارے حوالے ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اپنے مرشد کے کہنے پر دہلی واپس آ گئے اور عمر کا باقی حصہ یہیں پر بسر ہوا۔ آپ نے اپنے مدفن کے لیے جگہ خود منتخب فرمائی۔ ''فوائدالفوائد'' کے مطابق وصال سے کچھ دن پہلے عید کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے تھے کہ ایک مقام پر کچھ دیر رُکے اور فرمایا: اس مقام سے عشق کی بو آتی ہے۔ چنانچہ زمین کے مالک کو بلایا اور وہ جگہ خرید لی۔ اسی مقام پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار واقع ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو سماع سے بے حد رغبت تھی۔ ان کے وصال سے چند روز پہلے شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں محفل سماع جاری تھی۔ قوال نے جب یہ شعر پڑھا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی جو اس قدر بڑھی کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ آپ کو مکان میں لایا گیا۔ جب آپ ہوش میں آئے تو اسی شعر کی تکرار کا حکم فرمایا۔ قوالی ہوتی رہی۔ چار روز یہ کیفیت طاری رہی۔ پانچویں شب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصال فرمایا۔ تاریخِ وصال میں اختلافات ملتے ہیں۔ ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ کی روایات ملتی ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے وصال کی خبر سن کر دہلی میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ''سیر الاقطاب'' کے مطابق جب جنازہ تیار ہوا تو مولانا ابوسعید نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وصیت بیان فرمائی کہ نمازِ جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی

Marfat.com

حرام نہ کیا ہو اور جس سے سنت عصر اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ وصیت سن کر کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ آخر سلطان شمس الدین التمش یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ مجھے منظور نہ تھا کہ کوئی شخص میرے حال سے واقف ہو لیکن خواجہ قطب صاحبؒ کے حکم سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعدازاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو اُسی جگہ پر دفن کیا گیا جس کو اُنھوں نے خود منتخب فرمایا تھا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور حضرت بدرالدین غزنویؒ کو وصیت کی تھی کہ تبرکاتِ پیران عظام حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے آنے پر انھیں دے دیے جائیں اور نہایت عزت کے ساتھ خرقہ پہنایا جائے۔

تصانیف:

آپ کی ایک تصنیف ''دلیل العارفین'' ہے جس میں آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ملفوظات تحریر کیے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک فارسی دیوان ہے جس میں ''قطب الدین'' اور ''قطب دین'' تخلص استعمال کیا ہے۔ شاعری میں عشق حقیقی اور تصوف کے موضوعات ہیں۔

آپ کے ملفوظات ''فوائد السالکین'' کے عنوان سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے مرتب کیے ہیں۔

سماع سے دلچسپی:

''فوائد السالکین'' کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سماع سے بے حد رغبت رکھتے تھے۔ آپ کا وصال بھی سماع میں وجد کی کیفیت کے دوران ہوا۔

Marfat.com

مرشد کے فرائض:

"فوائد السالکین" کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ مرشد کا فرض ہے کہ جب کوئی شخص بیعت کے لیے آئے تو ایک ہی نگاہ میں آلائشِ دنیا سے مرید کے دل کو پاک کر دے۔ پھر بیعت کر کے واصل الی اللہ کرے۔ اگر مرشد میں اتنی قوت نہیں تو پیر اور مرید دونوں گمراہ ہیں۔

نذرانہ قبول کرنے سے انکار:

"راحت القلوب" کے مطابق ایک مرتبہ سلطان التمش کا وزیر چھ گاؤں کا فرمان اور ایک کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانہ قبول فرمانے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کی ہیں۔ اگر میں ان کی پیروی نہ کروں اور گاؤں اور اشرفیاں قبول کر لوں تو کل قیامت کے دن ان کا سامنا کیسے کر پاؤں گا۔

توکل:

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بیس برس تک عالم توکل میں رہے اور گوشہ نشینی پسند فرمائی۔

درویش:

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے فرمایا کہ اے درویش! جب تک تھوڑا نہ کھاوے اور کم نہ سووے اور کم نہ بولے اور مخلوق سے محبت کم نہ رکھے۔ ہرگز جوہر درویشی حاصل نہ ہوگا۔ (فوائد السالکین)

Marfat.com

تسلیم و رضا:

''فوائد السالکین'' کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کا گلا جب کاٹا جانے لگا تو انھوں نے درد کی شدت سے فریاد کرنا چاہی۔ اسی وقت حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ اگر آپ نے اُف کی تو آپ کا نام ''جریدۂ پیغامبری'' سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت یحییٰؑ نے اس حکم کو سن کر اُف تک نہ کی اور نہایت صبر سے جان سپردِ الٰہی کر دی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ رابعہ بصریؒ پر جب کوئی مصیبت آتی تو وہ نہایت خوش ہوتیں اور فرماتیں کہ دوست نے میری یاد کی اور جس روز بلا نازل نہ ہوتی تو فرماتیں کہ کیا سبب ہوا جو آج میری یاد نہ ہوئی۔

جود و سخا:

''راحت القلوب'' کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ لنگر خانہ میں موجود ہر چیز تقسیم کرا دیا کرتے تھے۔ جس روز کچھ نہ ہوتا تو فرماتے کہ اگر پانی ہے تو اسی کا دور چلاؤ تاکہ کوئی خالی نہ جائے۔

شریعت کی پابندی:

''فوائد السالکین'' کے مطابق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے شریعت کی پابندی کی سختی سے تاکید فرمائی۔ ان کا کہنا تھا کہ سکر کی حالت میں بھی شریعت کے خلاف کوئی فعل نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ خود بھی جب کبھی سکر کی حالت میں ہوتے تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔

Marfat.com

مرید:

بیعت کے ذکر میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیعت سے پھر جائے یا کوئی لغزش ہو جائے تو اُس کی بیعت کی تجدید ضروری ہے۔ جب تک وہ دوبارہ پیر سے بیعت نہ کرے گا۔ بیعت درست نہ ہوگی۔ اگر پیر موجود نہ ہو تو اُس کا کپڑا آگے رکھ کر بیعت کر لی جائے۔

توبہ:

توبہ کے حوالے سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ جب آدمی توبہ کر لے تو پھر ان لوگوں کی صحبت سے ضرور پرہیز کرے جن کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوا کیوں کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دو بیٹے احمد اور شیخ محمد تھے۔ چھوٹے بیٹے کا سات برس کی عمر میں انتقال ہو گیا جب کہ بڑے بیٹے خواجہ احمد سے نسل جاری رہی جو کہ خود بھی بزرگ تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار مہرولی (نئی دہلی کے قریب) واقع ہے۔

Marfat.com

حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے جدِ امجد کمال الدین شاہ قریشی مکہ معظمہ سے نقل مکانی کر کے خوارزم اور پھر ملتان میں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی تاریخ ولادت ۲۷ رمضان المبارک ۵۶۵ھ یا ۵۶۶ھ ہے۔ نسب نامہ اس طرح ہے:

حضرت بہاء الدین زکریا۔ بہا الحق بن شیخ محمد غوث بن شیخ ابوبکر بن شیخ جلال الدین بن شیخ علی قاضی بن شمس الدین محمد بن الحسین بن عبداللہ بن الحسین بن المطرف بن خزیمہ بن حازم بن محمد بن المطرف بن عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن ھبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزی بن قصی۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ میں حاصل کی اور سات سال کی عمر میں قرآن مجید سات قرائتوں کے ساتھ حفظ کیا۔ جب آپ بارہ برس کے ہوئے تو والد نے وفات پائی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت بہاء الدین زکریاؒ تحصیلِ علم کی غرض سے خراسان تشریف لے گئے۔ سات برس تک وہاں کے مشائخ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد بخارا کا سفر اختیار کیا۔ تقریباً آٹھ برس بخارہ کی مختلف درس گاہوں سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں پانچ برس تک قیام کیا۔ اسی دوران مولانا کمال الدین یمنی سے علم حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ ہر سال حج کے لیے مکہ مکرمہ بھی جاتے رہے اور تزکیہ نفس کے لیے روضۂ اقدسؐ کے قریب مجاہدہ بھی کرتے رہے۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کے بعد بیت المقدس گئے، مختلف انبیاء کے مزارات کی زیارت

Marfat.com

کی اور پھر بغداد تشریف لے گئے۔ جہاں آپ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ایک مدت سے مرشد کی تلاش میں تھے۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے ملتے ہی ان سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو اپنے مرشد حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے صرف سترہ روز قیام کے بعد ہی تمام روحانی نعمتیں مل گئیں اور خرقۂ خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ حالانکہ اور بھی بے شمار درویش مدت سے شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں موجود رہتے تھے اور خرقۂ خلافت کے اُمیدوار تھے۔ ان لوگوں نے حسد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ نعمت نہ ملی جب کہ ایک ہندوستانی کو کم عرصہ میں ہی نواز دیا گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ تم گیلی لکڑی کے مانند ہو جس میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے۔ بہاء الدین خشک لکڑی کے مانند ہیں جس میں آگ نے جلد اثر کیا۔

خرقۂ خلافت پانے کے بعد حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی جانب سے ملتان جانے کا حکم ہوا۔ ''سیر العارفین'' کے مطابق حضرت جلال الدین تبریزیؒ بھی حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے ہمراہ بغداد سے روانہ ہوئے۔ جب دونوں بزرگ نیشاپور پہنچے تو حضرت جلال الدین تبریزیؒ، فرید الدین عطارؒ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ان سے پوچھا کہ آج کی سیر میں درویشوں میں کس کو سب سے بہتر پایا؟ اُنھوں نے فرمایا کہ شیخ فرید الدین عطارؒ کو۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے پوچھا کہ ان سے کیا بات چیت رہی؟ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے فرمایا کہ انھوں نے پوچھا کہ کس علاقہ سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ بغداد کے خطے سے۔ حضرت فرید الدین عطارؒ نے دریافت کیا کہ وہاں کون درویش اللہ کے ذکر میں مصروف ہے۔ میں نے انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے

Marfat.com

حضرت جلال الدین تبریزیؒ سے کہا کہ اپنے مرشد شہاب الدین سہروردیؒ کا ذکر کیوں نہ کیا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ شیخ فرید الدین عطارؒ کی عظمت میرے دل پر چھا جانے کے باعث میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا ذکر نہ کر سکا۔ یہ سن کر حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے حضرت جلال الدین تبریزیؒ سے علیحدگی اختیار کر کے ملتان کا سفر شروع کیا۔

ملتان آمد کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی شہرت دُور دراز تک پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر ملتان کے علماء حسد کا شکار ہوئے اور ان کی طرف سے دودھ کا بھرا ہوا پیالہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ ملتان اس پیالے کی طرح علماء سے بھرا ہوا ہے اور آپ کی گنجائش کیسے ممکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے سامنے گلاب کے پھول موجود تھے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے میں ڈال کر واپس بھجوا دیا۔ گویا مراد یہ تھی کہ ان کا قیام اس طرح ہوگا جیسے بھرے پیالے میں پھول۔ یعنی ملتان کے علماء میں ممتاز حیثیت حاصل ہوگی۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ملتان میں ایک بہت بڑی درس گاہ قائم کی جو "مدرسہ بہائیہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس درس گاہ میں تمام علوم وفنون کی تعلیم بھی دی جاتی اور علماء کے ساتھ ساتھ مبلغین اور بھی تیار کیے جاتے تھے۔ مبلغین کو جس ملک کے لیے روانہ کیا جاتا وہاں کی زبان اور ثقافت سے پوری طرح آگاہ کیا جاتا۔ زادِ راہ اور تجارت کا سامان بھی دیا جاتا تاکہ منزلِ مقصود کے اخراجات خود اُٹھا سکے۔ مبلغ کی روانگی کے وقت حضرت بہاء الدین زکریاؒ یہ ہدایات فرماتے ہیں کہ:

۱۔ سامان کم منافع پر فروخت کرنا۔

۲۔ لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا۔

Marfat.com

۳۔ ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔

۴۔ خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

۵۔ جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو، اُن پر اسلام پیش نہ کرنا۔

مبلغین اپنی ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی تبلیغ کے باعث ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے خانقاہ کے لیے جس جگہ کو منتخب فرمایا، وہ تاریخی مندر پرہلاد جی کے سامنے تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جو ہندو آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتا تو ضرور متاثر ہوتا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی تعلیمات نے قرامطی اثرات کو بھی زائل کیا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ایک وسیع لنگر خانہ جاری کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہزاروں علماء اور فقرا آپ کے دسترخوان پر شریک ہوتے تھے۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے دور میں ملتان کا حکمران ناصر الدین قباچہ تھا جو کہ سلطان شمس الدین التمش کا سخت مخالف تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ، سلطان التمش کو اس کے زہد و تقویٰ کے باعث پسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ناصر الدین قباچہ نے سلطان التمش کے خلاف سازش کا آغاز کیا جسے حضرت بہاء الدین زکریاؒ اور ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی نے سخت ناپسند فرمایا۔ قاضی شرف الدین اصفہانی نے سلطان التمش کو اس سازش سے آگاہ کرنا چاہا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے بھی تائید کی چنانچہ دونوں نے الگ الگ خطوط سلطان التمش کو ارسال کیے اور وہ خطوط قباچہ کے آدمیوں نے قباچہ تک پہنچا دیے۔ قباچہ نے دونوں کو طلب کیا۔ "فوائد الفوائد" کے مطابق دونوں بزرگ تشریف لے گئے۔ قاضی شرف الدین اصفہانی کا خط جب ان کے ہاتھ میں دیا گیا تو انھوں نے خاموشی اختیار کی۔ قباچہ نے طیش میں آ کر ان کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ جلاد نے حکم پر عمل کیا۔

Marfat.com

جب حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے ہاتھ میں ان کا خط دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور درست لکھا ہے۔ یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری ہوا اور اُس نے معذرت کے بعد حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو رخصت کر دیا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی طبیعت میں حد درجہ استغنا موجود تھا۔ ان کا آبائی ترکہ بے شمار تھا جسے آپ نے درویشوں، مسافروں اور درس گاہ کے ابتدائی انتظامات کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے ملفوظات اور مریدوں کو لکھے جانے والے خطوط سے ان کی صوفیانہ تعلیمات واضح ہوتی ہیں مثلاً حضرت بہاء الدین زکریاؒ سنتِ رسولؐ کی پابندی کے سخت قائل تھے۔ ”فوائد الفوائد“ کے مطابق ایک مرتبہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ایک عبادت گزار سے اپنے سامنے دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کو کہا تاکہ دیکھ سکیں کہ وہ عبادت میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کس حد تک کرتا ہے۔ وہ شخص جس کا نام سلیمان تھا، دو رکعت نمازِ نفل ادا کرنے لگا مگر وہ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت کے مطابق نہیں رکھ سکا تو آپ نے سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کا طریقہ سمجھایا۔

”سیر العارفین“ کے مطابق حضرت بہاء الدین زکریاؒ بیعت کرتے وقت اپنے مریدوں کو تاکید فرماتے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد استقامت اختیار کرو گے اور دوسرے کسی پیر کے دروازے پر نہیں جاؤ گے کیوں کہ مرید وہی ہے جو ایک دروازے کو مضبوطی سے پکڑے۔

”خلاصۃ العارفین“ کے مطابق حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا کہ تین چیزیں سالک کی موت ہیں:

۱۔ توبہ کی اُمید پر گناہ کا ارتکاب کرنا۔

Marfat.com

۲۔ طویل العمری کی آس پر توبہ نہ کرنا۔

۳۔ اللہ کی بخشش کی اُمید پر گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنا۔

"سیر العارفین" کے مطابق حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا کہ فقیروں کے لیے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں۔ انھیں کسی چیز کے آنے پر نہ خوشی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے جانے کا غم ہوتا ہے۔

"اخبار الاخیار" کے مطابق حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے نصیحت فرمائی کہ اللہ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لیا جائے۔ ذکر کی بدولت طالب محبت تک پہنچتا ہے۔ بندے کے لیے ضروری ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کی جائے۔ ہر قول و فعل سے پہلے اللہ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق طلب کرے۔ مزید فرمایا:

> بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں ہے اور دین کی سلامتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔

وصال:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے طویل عمر پائی۔ ان کی تاریخ وصال "راحت القلوب" کے مطابق ۶۵۶ھ، "سیر الاولیاء" کے مطابق ۶۶۷ھ اور "سفینۃ الاولیاء" کے مطابق ۶۶۶ھ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نمازِ ظہر کے بعد حسبِ معمول اپنے حجرہ میں عبادت فرما رہے تھے۔ حجرہ کے باہر آپ کے صاحب زادے صدر الدین عارفؒ موجود تھے۔ دفعتاً ایک بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے صدر الدین عارفؒ کے ہاتھ میں ایک سر بمہر لفافہ دے کر کہا کہ شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ خط پہنچا کر واپس آئے تو دیکھا وہ

Marfat.com

بزرگ موجود نہ تھے۔ خط پڑھنے کے ساتھ ہی حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی روح پرواز کر گئی اور حجرے سے آواز بلند ہوئی:

''دوست بدوست رسید''

یہ آواز سن کر صدر الدین عارفؒ حجرے کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ وصال فرما چکے ہیں۔

''راحت القلوب'' میں ہے کہ جس وقت حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے وصال فرمایا، ٹھیک اس وقت اجودھن میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد جب ہوش آیا تو فرمایا:

برادرم بہاء الدین زکریاؒ را ازیں بیابانِ فنا بہ شہرستانِ بقا بردند

اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے مریدوں کے ساتھ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی۔

اولاد:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی دو زوجہ تھیں۔ رشیدہ بانو اور بی بی شہربانو۔ اولاد میں شیخ صدر الدین عارفؒ، شیخ علاء الدین محمدؒ، شیخ شہاب الدین نوریؒ، شیخ برہان الدینؒ، شیخ قدوۃ الدین محمد، شیخ شمس الدین محمد، شیخ ضیاء الدینؒ اور دو صاحب زادیاں شامل ہیں۔

❀❀❀❀❀

Marfat.com

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پنجاب کے صوفیائے کرام میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کو مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوؤں اور سکھوں نے بھی اپنا بزرگ مانا ہے۔ انھوں نے اپنے اقوال وافکار سے جو شمع جلائی وہ آج بھی لوگوں کے دلوں میں روشن ہے یہاں تک کہ ناخواندہ افراد کو بھی ان کے دوہے زبانی یاد ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ:

"حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ جہاں روحانیت کی قلم رو میں فرماں روا کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں علوم شرعیہ کے شہسواروں میں بھی اونچا نام رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کی تحریروں، ملفوظات اور خاص طور پر اشعار میں معانی و مطالب کی بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی صوفیانہ واردات کو حسب معمول رمزو ایماء اور استعاروں کے پردہ میں بیان کیا ہے۔"

ولادت:

حضرت بابا فریدؒ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ "سیر الاولیاء" کے مطابق آپ ۵۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے لاہور پہنچے۔ یہاں سے آپؒ کے والد ملتان آگئے اور موضع کھوتی وال (جس کا موجودہ نام کوٹھی وال ہے) میں مقیم ہوئے۔ یہاں ان کی شادی مولانا وجیہہ الدین خجندیؒ کی صاحب زادی بی بی قرسم خاتون کے ساتھ ہوگئی۔ اسی مقام پر آپؒ کی ولادت ہوئی۔

Marfat.com

شجرہ نسب:

بابا فرید بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن یوسف بن محمد بن شہاب الدین المعروف فرخ شاہ، بن نصیرالدین محمود بن سامان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ اکبر ابوالفتح بن ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن عمرؓ۔

بعض وقائع نگاروں نے نسب نامے میں کہیں کہیں ایک دو مختلف نام بھی دیے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

ولادت کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بابا فریدؒ کے والد انتقال فرما گئے اور ان کی تعلیم و تربیت والدہ ماجدہ نے کی۔ ابتدائی دینی کتب کے مطالعہ کے بعد بابا فریدؒ ملتان چلے گئے اور وہاں مولانا منہاج الدین کی مسجد سے ملحق مدرسے میں داخل ہو گئے اور مختلف علوم کی تعلیم حاصل کی جس میں تفسیر، حدیث، اصول، معانی، فلسفہ، منطق، ریاضی وغیرہ شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بابا فریدؒ نے نوجوانی میں ہی سارا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا اور روزانہ تلاوت فرماتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہی بابا فریدؒ کی ملاقات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی اور آپؒ ان سے بیعت ہوئے۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی روانہ ہونے لگے تو بابا فریدؒ نے بھی آپ کے ہمراہ جانے کی خواہش ظاہر کی انھوں نے فرمایا کہ پہلے علومِ ظاہری حاصل کرو۔ اس کے بعد میرے پاس دہلی آجانا۔ حضرت بابا فریدؒ ملتان میں تعلیم مکمل کر کے مزید تعلیم کے لیے قندھار گئے جہاں پانچ سال تک مقیم رہے۔ تحصیلِ علم کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں داخل ہوئے جہاں انھوں نے سخت تربیت و ریاضت کے مراحل طے

Marfat.com

کیے۔ بابا فریدؒ فرماتے ہیں:

فریدا تن سکا پنجر تھیا، تلیاں کھونڈیں کاگ
اجے سس رب نہ بوہڑیو، دیکھ بندے کے بھاگ

ترجمہ: فرید، میرا سوکھا ہوا جسم ہڈیوں کا پنجر بن گیا ہے اور اللہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ اللہ کے اس بندے کی بدقسمتی تو دیکھو۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زندگی میں بابا فریدؒ زیادہ تر ہانسی میں رہے اور ان کی وفات کے بعد اجودھن (پاک پتن) تشریف لے گئے۔ اور آخر عمر تک یہیں رہے۔

شادی اور اولاد:

حضرت بابا فریدؒ کی شادی غیاث الدین بلبن کی صاحب زادی ہزیرہ سے ہوئی۔ ان سے پانچ صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں ہوئیں۔

وفات:

حضرت بابا فریدؒ کی تاریخ وفات کے متعلق دو روایات ملتی ہیں۔ ''تاریخ فرشتہ'' کے مطابق ۶۷۰ھ اور ''سیر الاولیاء'' کے مطابق ۶۶۴ھ ان کا مزار پاکپتن شریف میں واقع ہے۔

لقب گنج شکر کا سبب:

حضرت بابا فریدؒ کو گنج شکر یعنی شیرینی کا خزانہ بھی کہا جاتا ہے اس لقب کی وجہ وہ کرامات ہیں جو بابا فریدؒ کی زندگی میں واقع ہوئیں۔ والدہ نے نماز کی عادت ڈالنے کے لیے چھوٹی عمر میں ہی نماز شروع کرا دی۔ انھوں نے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ باقاعدگی سے نماز پڑھنے والوں کو شکر دیا کرتا ہے۔ انھیں یقین دلانے کے لیے قرسم بی بی مصلیٰ کے

Marfat.com

شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں۔ آپ جب صبح نماز پڑھ لیا کرتے تو مصلیٰ کا کنارہ اٹھا کر شکر کھا لیا کرتے تھے۔ ایک روز والدہ شکر رکھنا بھول گئیں جب کہ بابا فریدؒ کو شکر ویسے ہی وہاں رکھی مل گئی۔ والدہ نے انھیں شکر کھاتے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ شکر کہاں سے ملی۔ بابا فریدؒ نے جواب دیا جہاں سے روز ملا کرتی ہے۔ یہ جواب سن کر ان کی والدہ بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ تو شکر کی طرح میٹھا ہو گا۔ بابا فریدؒ کے لقب کا ایک سبب تو یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک روز آپ اپنے پیر سے ملنے جا رہے تھے کہ راستے میں کیچڑ میں پھسل کر گر پڑے اور کچھ مٹی منہ میں چلی گئی۔ روایت ہے کہ وہ مٹی فوراً شکر میں تبدیل ہو گئی۔ جب وہ اپنے مرشد کے حضور پہنچے تو انھوں نے فرمایا۔ خدا تمہاری پوری ہستی کو شکر کا خزانہ بنا دے اور ہمیشہ شیریں رکھے۔ اس روز سے آپ کو گنج شکر کہا جانے لگا۔ اس سلسلے میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ شدید بھوک کے عالم میں آپ نے کچھ کنکر اُٹھا کر منہ میں ڈال لیے جو فوراً شکر بن گئے۔ مزید یہ کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر لیے جا رہا تھا۔ بابا فریدؒ نے پوچھا کہ یہ کیا لے کر جا رہے ہو۔ اُس نے کہا نمک لے کر جا رہا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ شکر نمک میں تبدیل ہو گئی۔ سوداگر نے جب دیکھا تو تمام کا تمام نمک نکلا۔ اُس نے بابا فریدؒ کے پاس آکر توبہ کی اور دعا فرمائی تو نمک دوبارہ شکر میں تبدیل ہو گیا۔

تصانیف:

۱۔ راحت القلوب

۲۔ اسرار الاولیا

۳۔ فوائد السالکین

۴۔ گنج اسرار

Marfat.com

۵۔ جوگی نامہ

۶۔ رسالہ وجودیہ

شاعری:

حضرت بابا فریدؒ کی شاعری بھی عوام میں بے حد مقبول ہوئی۔ ان کی مادری زبان ملتانی پنجابی تھی لیکن انھوں نے ہندی اور فارسی میں بھی اشعار کہے ہیں۔ ان کے بے شمار شلوک گرو گرنتھ صاحب میں موجود ہیں جن کی تعداد تقریباً 136 ہے۔ بابا فریدؒ نے اپنے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لیے عوام کی زبان میں بھی شعر کہے۔ بقول ڈاکٹر فقیر محمد فقیر:

> "یہ بول بابا فریدؒ کے نام نامی کی طرح ہی لازوال اور ان کے مسلک سلوک کے آئینہ دار ہیں جن کو انہوں نے اصلاح احوال کے لیے اپنی بجائے اپنے پیچھے چھوڑا تاکہ ہم مختلف ثقافتی گروہوں میں بٹے رہنے کی بجائے اخلاقی طور پر سلوک اور محبت کی یک جہتی سے ہم آہنگ رہیں اور ہماری اخلاقی اور روحانی تربیت ہوتی رہے۔"

تعلیمات:

حضرت بابا فریدؒ کی تعلیمات ان کی شاعری کے علاوہ ان ملفوظات میں بھی موجود ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً کہے۔ بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ:

۱) اپنی سخاوت کا کام کسی کی ناگوار بات پر چھوڑنا نہیں چاہیے۔

۲) میرے پاس اگر کچھ ہو تو بھی، اگر نہ ہو تو بھی کچھ غم نہیں ہوتا۔

۳) شیخ الاسلام جلال الدین کا قول ہے، بات کرنے سے پہلے اس کے اول اور آخر کو وزن کر لو۔ اگر کہنے کے لائق معلوم ہو تو کہو ورنہ چپ رہو۔

Marfat.com

۴) تم دراصل جیسے ہو ویسے ہی اپنے آپ کو ظاہر کرو، ورنہ لوگ ظاہر کر دیں گے کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔

۵) حق کا جذبہ حاصل کرنا ثقلین (دونوں جہان) کی عبادت سے بہتر ہے۔

۶) بشارت ہے اُس شخص کے لیے جو لوگوں کے عیب دیکھنے سے آنکھ بند کر لے۔

۷) صوفی وہ ہے جس کی صحبت سے ہر شے صاف ہو جائے اور وہ کسی مکدر و ملوث نہ ہو۔

۸) اگر تم بزرگی کے خواہش مند ہو تو بندگانِ شاہی کی طرف التفات نہ کرو۔

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کے درویش اور ماں کی خدمت کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ دولت کیسے ملی؟ جواب دیا دو چیزوں سے، ایک تو ماں کی خدمت کرنے سے اور دوسرے اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں کی خدمت کرنے سے جو مجھے نعمت ملی اس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جاڑے کی ایک رات کو میری ماں نے پانی مانگا۔ میں اُٹھا اور پانی کا کوزہ بھر کر اپنی ہتھیلی پر لیے کھڑا رہا۔ میری ماں سوگئی تھیں میں نے ان کو نہیں جگایا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو میرے ہاتھ سے اُنہوں نے پانی لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے میرے لیے دعا فرمائی۔ اسی طرح پیر کی خدمت میں نے بیس سال تک کی ۔نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھا اور مریدوں میں سے کوئی بھی سوائے میرے موجود نہیں تھا۔ شیخ نے آواز دی کہ اے عزیز! میرا مصحف پاک لاؤ۔ میں نے لا کر پیش کر دیا جسے میرے ہاتھ سے لے کر اُنھوں نے دعا فرمائی۔ پس یہ دوسری نعمت تھی جو میں نے اپنے پیر سے پائی۔

Marfat.com

بندہ اور خدا کے درمیان حجاب:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ:

"بندہ اور مالک کے درمیان جو پردہ ہے وہ دل کی آلائش اور گندگیوں کی وجہ سے ہے جب یہ سب دور ہو جاتا ہے اور دل اپنے کو توبہ کر کے پاک صاف کر لیتا ہے تو پھر مالک اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا ہے۔ پس اے درویش یہی دنیاوی مشغولیت دل کی آلائش اور گنہگاری ہے۔ اس لئے تو دل کو تمام خواہشات اور رنجشوں سے پاک رکھ تا کہ پردہ درمیان سے اُٹھ جائے اور لذت و شہوات کے بجائے مشاہدہ اور مکاشفہ کے مقام پر پہنچ جائے۔"

عشق حقیقی:

حضرت بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ عشق کی پہلی منزل آنکھ سے شروع ہوتی ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ ایسے مقام کے لیے جہاں دیدار الٰہی کی نعمت حاصل ہوتی ہے کوشش کرے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے تا کہ تباہ نہ ہو۔

ذکرِ رزق:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ اگر تم سو ہزار برس سے بھی زیادہ کوشش کرو کہ روزی بڑھ جائے، ہرگز ہرگز نہیں بڑھے گی۔ اس لیے ہر حال میں لوگوں کو چاہیے کہ اپنے کاموں میں راست باز رہے۔ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ اس شہر سے چلے جائیں گے تو روزی بڑھ جائے گی یا اچھا روزگار مل جائے گا لیکن یہ گناہِ کبیرا میں سے ایک ہے اور یہ اس شخص کا عدم یقین ہے کہ جو اس بارے میں سوچتا ہے کیوں کہ اس جگہ اور ہر جگہ جہاں بھی تم جاؤ اور

Marfat.com

قیام کرو پروردگار موجود ہے اور جو کچھ تمہاری قسمت میں ہے تم کو مل جائے گا۔

عابد کے متعلق:

حضرت بابا فریدؒ کے مطابق عابد وہ ہے جس کا ظاہر و باطن سچائی سے آراستہ ہو اور مکر و فریب اور حسد سے کچھ بھی ظاہر و باطن میں موجود نہ ہو۔ جو عبادت بھی کرے خالصتاً اللہ کے لیے کرے، لوگوں کے دکھلانے کے لیے نہیں۔ کیوں کہ ایسا عابد جس کا ظاہر بندگی سے آراستہ ہو لیکن باطن عبادت سے عاری ہو وہ عبادت پلٹ کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔ بلکہ راہِ سلوک میں تو ایسے آدمی کے متعلق خوف ہے کہ نعوذ باللہ اس کے ایمان میں خلل نہ واقع ہو جائے۔

یادِ الٰہی:

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا کہ حق کی محبت میں سچا وہ شخص ہے جو کہ تمام وقت دوست کی یاد اور ذکر میں مشغول رہے اور ایک لحہ کے لیے بھی حق تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہے وہ فرماتے ہیں:

پروردگار، اپار، اگم، بے انت توں
جنھاں پچھاتا سچ چماں پیر موں

ترجمہ: یعنی اے اللہ تو پالنے والا ہے، بے کنار ہے، لامحدود ہے۔ جنھوں نے تجھے پہچان لیا میں ان کے پیر چوم لوں۔

دلوں محبت جیں سے ای سچے آ
جیں من ہور، مکھ ہور، سے کانڈھے کچے آ
رتے عشق خداء رنگ دیدار کے
وسریا جیں نام تے بھوئیں بھار تھئے

Marfat.com

ترجمہ: یعنی جن کے دلوں میں محبت ہے وہی لوگ سچے ہیں۔ جن لوگوں کے دل اور ہیں اور چہرے اور وہ کچے لوگ ہیں جو خدا کے عشق میں رنگے ہوتے ہیں وہی اللہ کا دیدار کر سکتے ہیں۔ جنھوں نے خدا کا نام بھلا دیا وہ زمین کا بوجھ بن گئے۔

نفس کی مخالفت:

بابا فریدؒ نفس کو مارنے کی تلقین کرتے ہیں کیوں کہ نفسانی خواہشات میں ڈوبا ہوا دل خدا کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

فریدا میں نوں منجھ کر، نکی کر کر کٹ
بھرے خزانے رب دے، جو بھاوے سولٹ

ترجمہ: یعنی اے فرید اپنی مَیں کو مار دے۔ اپنی انا کوٹ کوٹ کر باریک منجھ کی طرح کر دے۔ اگر تو نے ایسا کر لیا تو اللہ کے بھرے ہوئے خزانے تجھ پر ظاہر ہو جائیں گے اور جو کچھ بھی تو حاصل کرنا چاہے گا تجھے مل جائے گا۔

والوں نکی پُر سلات کنیں نہ سنی آئے
فریدا کِڑی پوندئی کھڑا نہ آپ مہائے

ترجمہ: یعنی پل صراط بال سے بھی چھوٹی ہے جو کانوں سے سنی نہیں جا سکتی۔ اے فرید! اس کی خفیف سی آگاہی پر بھی مناسب نہیں کہ انسان دنیا کے طمع میں پھنسا رہے۔

کجھ نہ بجھے کجھ نہ سجھے کجھی بھا ائے
سائیں میرے چنگا کیتا نہیں تا منجھی دجھاں آئے

ترجمہ: نہ کچھ بوجھتا ہے، نہ سوجھتا ہے۔ دنیا پوشیدہ آگ ہے۔ میرے مرشد و مولا نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا، ورنہ میں بھی اس میں جل مرتا۔

Marfat.com

درویشی:

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ درویش اسے کہتے ہیں جو سب کچھ خرچ کر دے، اگر رات ہے تو دن کے لیے کچھ نہ باقی بچے۔ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ ایسے لوگ درویش کہلانے کے مستحق نہیں جو چمڑے کی تھیلی گلے میں ڈال کر گلی گلی روٹی کی خاطر پھرتے رہتے ہیں اور اپنے جیسے انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ درویش وہ ہیں جو لطیف لباس پہنتے ہیں اور جو موجود ہو، اس سے کھانا تیار کرا کے درویشان خدا کی تواضع کرتے ہیں اور کچھ بچا کر نہیں رکھتے جو ملتا ہے اسے آگے پہنچا دیتے ہیں۔

توکل:

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ عقل مند انسان وہ ہے جس کا توکل تمام کاموں میں اللہ پر ہی ہو اور کسی سے توقع نہ رکھے۔ اہلِ توکل کی شان یہ ہے کہ عالم حقیقت کے خاص اوقات میں انہیں زخمی کر دیں یا آگ میں ڈال دیں تو انہیں خبر نہیں ہوتی۔

قرض سے نفرت:

ایک مرتبہ آپ کے لنگر خانے میں کئی روز سے نمک نہ تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے پاس کی دکان سے نمک قرض لے کر کھانے میں ڈال دیا جس وقت دستر خوان بچھایا گیا اور حضرت بابا فریدؒ کے ساتھ کھانا کھانے والے درویش بیٹھ گئے۔ دعا پڑھنے کے بعد حضرت نے لقمہ اُٹھایا، فوراً واپس رکھ دیا اور فرمایا کھانے میں کسی کا تصرف ہے۔ مشتبہ ہے، تفصیل معلوم ہونے کے بعد بابا فرید نے فرمایا کہ اگر درویش فاقہ سے مر جائیں تو بھی نفس کی لذت کے لیے قرض نہیں لیتے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے اسی وقت عہد کیا کہ آئندہ تمام عمر قرض نہیں لوں گا۔ بابا فریدؒ نے قرض سے منع فرمایا کیوں کہ مقروض شخص جب تک قرض ادا نہ کرے گا

Marfat.com

اُس کی بخشش نہیں ہوگی۔

دعا کی فضیلت:

دعا کے متعلق فرمایا کہ میں نے ''فتاوی کبریٰ'' میں مرقوم دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: لیس شی ء اکبر عنداللہ من الدعاء یعنی خدا کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری خواجہ عثمان ہارونی سے روایت کرتے ہیں کہ خدا مسلمانوں کو دعا کرنے کے وقت دوست رکھتا ہے۔

توبہ:

بابا فریدؒ نے فرمایا کہ توجہ چھ قسم کی ہے۔ قلب وزبان کی توبہ، نظر کی توبہ، کانوں کی توبہ، ہاتھوں کی توبہ، پاؤں کی توبہ اور نفس کی توبہ۔ بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔

نماز کی تلقین:

حضرت بابا فریدؒ نے سختی کے ساتھ نماز کی پابندی کی تلقین کی ہے۔ فرماتے ہیں:

اُٹھ فریدا وضو ساج، صبح نماز گزار
جو سر سائیں نہ نویں، سو سر کپ اتار

ترجمہ: یعنی اُٹھ فرید، وضو کرو اور اپنے مالک کی عبادت کرو اور جو سر اس کو سجدہ نہیں کرتا اُس سر کو کاٹنا ہی بہتر ہے۔

فکرِ آخرت:

حضرت بابا فریدؒ دنیا کو آگ سمجھتے ہوئے آخرت کی فکر کرنے کا پیغام دیتے ہیں

Marfat.com

وہ فرماتے ہیں کہ:

فریدا پنکھ پروہنی، دنی سہاوا باغ
نوبت وجی صبح، سیوں، چلن کا کر مساج

ترجمہ: اے فرید، دنیا کے سہانے اور خوبصورت باغ میں تو ایک پنچھی کی طرح مہمان ہے۔ یہاں کی خوبصورتی میں کھو جانے کی بجائے چلنے کی تیاری کر کیوں کہ نوبت بج چکی ہے۔

فریدا تنہاں مکھ ڈراوُنے، جیہناں وساریو ناوُں
ایتھے دکھ گھنیرے آ، اگے ٹھور نہ تھاوُں

ترجمہ: اے فرید! ان لوگوں کے چہرے بہت ہیبت ناک ہیں جنھوں نے اللہ یا خالق و مالک کا نام بھلا دیا۔ یہاں اس دنیا میں ان کے لیے بے انتہا دکھ ہیں اور اگلی دنیا میں انہیں کہیں جگہ نہ ملے گی۔

فریدا کوٹھے منڈپ ماڑیاں ایت نہ لائیں چت
مٹی پئی اتو لویں کوئی نہ ہوسی مت

ترجمہ: اے فرید! یہ محل اور اونچی اونچی عمارتیں ان میں اپنے دل کو نہ لگا۔ یہ محض مٹی کے ڈھیر کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ آخرت میں کام نہ آئیں گی۔

عفو و درگزر:

حضرت بابا فریدؒ رحم، صبر اور عفو و درگزر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فریدا برے دا بھلا کر غصہ من نہ ہنڈھاء
دیہی روگ نہ لگ ای پلے سبھ کچھ پاء

ترجمہ: اے فرید! بُرے کا بھی بھلا کر اگر وہ تجھ سے برائی کرتا ہے تو غصہ نہ کر۔ اس کا نتیجہ ہوگا کہ تیرے جسم پر کوئی بیماری اثر نہیں کرے گی اور تجھے سب کچھ مل جائے گا۔

Marfat.com

حضرت بابا فریدؒ بدی کے جواب میں نیکی کی تلقین فرماتے ہیں:

جو تیں مارن مکیاں تنہاں نہ ماریں گھم
آپنے گھر جایئے پیر تنہاں دے چم

ترجمہ: اے فرید! جو تجھے گھونسے مارے تو جواب میں انہیں کچھ نہ کہہ بلکہ ان کے پاؤں چوم کر اپنے گھر کو چلا جا۔

مندر ڈھاویں مسجد ڈھاویں
ڈھاویں جو کچھ ڈھیندا
اک بندے دا دل نہ ڈھاویں
رب اینڈھے وچ رہندا

ترجمہ: یعنی مندر مسجد گرا دینے سے کچھ نہیں ہوگا لیکن انسان کے دل کو نہ توڑنا کیوں کہ اس میں خدا خود رہتا ہے۔

قناعت کی تلقین:

رکھی سکی کھائے کے ٹھنڈا پانی پی
فریدا، ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی

ترجمہ: اے فریدا، روکھی سوکھی کھا کر ٹھنڈا پانی پی لے۔ دوسرے کی چپڑی دیکھ کر دل نہ ترسا۔

حضرت بابا فریدؒ سب کو روکھی سوکھی جو میسر ہے کھانے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

روٹی میری کاٹھ کی لاون میری بھکھ
جینہاں کھادی چوپڑی گھنے سہن گے دکھ

ترجمہ: میری کاٹھ (لکڑی) کی روٹی میری بھوک اتارتی ہے، لوگوں کا حق مار کر چپڑی ہوئی روٹی کھانے والوں کو دکھ بھی زیادہ سہنے پڑیں گے۔

Marfat.com

عمل کا پیغام:

بیڑا بندھ نہ سکیوں بندھن کی ویلا
بھر سرور جب اچھلے تب ترن وہیلا

ترجمہ: طوفان آنے سے پہلے تو نے بیڑا تیار نہ کیا اور اب جب کہ دریا چڑھ آیا ہے تو اس وقت تیرنا بھی مشکل ہو گیا ہے یعنی اگر وقت پر عمل نہ ہو تو سب بے کار ہے۔

فریدا رات کتھوری ونڈیئے، ستیاں ملے نہ بھاؤ
جیہناں نین نیندر اولے، تنہاں ملن کو اؤ

ترجمہ: رات جاگنے والوں کو کستوری مل گئی اور سونے والے محروم رہ گئے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے باقاعدہ کوئی دیوان تو مرتب نہیں کیا تھا لیکن ان کی شاعری لوگوں کے دلوں میں آج بھی محفوظ ہے۔ بابا فریدؒ کی تمام عمر خدا کی عبادت اور اُس کی مخلوق کے کام آنے میں گزری۔ ان کی تعلیمات تمام انسانیت کے لیے بیش بہا اثاثہ ہے جن پر عمل کی ضرورت ہے۔ بقول سید افضل حیدر:

"بابا جی سدا بہار پھول ہیں جن کی مہک نے ایک زمانہ کو معطر کیا اور آج بھی ان کی تعلیمات وجہ ہدایت و عرفان ہیں۔"

❀❀❀❀❀

Marfat.com

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو محبوبِ الٰہی، سلطان المشائخ اور شیخ کبیر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد بخارہ سے ہجرت کر کے لاہور اور پھر بداؤں چلے آئے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی ولادت ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بن احمد بن سید علی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن سید علی بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن امام علی ہادی نقی بن امام محمد تقی الملقب بہ جواد بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام علی الملقب بہ زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

''سیر الاولیاء'' اور ''سیر العارفین'' کے مطابق حضرت نظام الدین اولیاءؒ پانچ برس کے ہوئے تو والد رحلت فرما گئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد والدہ نے مکتب میں بھیجا جہاں آپ نے قرآن شریف ختم کرنے کے بعد دوسری کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔ آپ نے فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر ظاہری علوم کی تکمیل کے ساتھ سات قرأتوں میں قرآن حفظ کیا۔

''سیر الاولیاء'' میں ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے سولہ برس کی عمر میں دہلی کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا غائبانہ ذکر سن کر آپ کو ان سے گہری عقیدت ہو گئی جب دہلی پہنچے تو پڑوس میں شیخ نجیب الدین متوکل مقیم تھے جو کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کی صحبت کے باعث حضرت

Marfat.com

نظام الدین اولیاءؒ کے دل میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔

دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے کئی برس تحصیلِ علم میں گزارے اور مولانا کمال الدین محدث سے ''مشارق الانوار'' کی سند بھی حاصل کی۔ آپ اپنی قابلیت کے باعث علماء کے حلقے میں ''بحاث'' اور ''محفل شکن'' کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات کے مطابق آپ نے خود فرمایا کہ تین مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکرؒ سے ملنے اجودھن تشریف لے گئے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ۶۵۶ھ میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور ہندوستان کی ولایت سے نوازا۔ جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے وصیت کی کہ جامہ، مصلّٰی اور عصا شیخ کبیر کو دے دیا جائے۔ اس بات پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے فرزند خفا بھی ہوئے کہ ہماری چیز غیر کے پاس چلی جائے۔ جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی قبر کی زیارت کے لیے گئے تو مولانا بدرالدین اسحاق نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی اشیاء ان کی وصیت کے مطابق حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حوالے کر دیں۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے مطابق دہلی واپس آ کر رُشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مریدوں نے ان کے معمولاتِ زندگی کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اپنے جماعت خانے کی اوپری منزل پر اقامت پذیر تھے۔ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے نیچے تشریف لاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد مجلس ہوتی جس میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ درس دیا کرتے۔ آپ اسّی برس کی عمر تک بھی مسلسل روزے رکھتے رہے۔ افطار کے وقت بہت کم کھاتے۔ افطار کے بعد اوپر تشریف لے

Marfat.com

جاتے۔ شہر اور قرب و جوار سے جو لوگ آتے وہ مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان اوپر جا کر ملاقات کرتے۔ آپ عشاء کی نماز نیچے تشریف لا کر ادا کرتے۔ پھر اوپر جا کر عبادت کرتے۔ اس وقت امیر خسرو اور چند ہی لوگوں کو ملنے کی اجازت تھی۔ جب سب واپس چلے جاتے تو خادم پانی رکھ جاتا اور دروازہ بند ہو جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی آنکھیں شب بیداری کے باعث ہمیشہ سرخ رہتی تھیں۔ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آ کر فیض یاب ہوتے۔ شہر کے بڑے اکابر علماء آپ کے حضور ادب سے بیٹھے رہتے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ہر جمعہ کو مسجد جانے سے پہلے تمام غلّے کے انبار خالی کرا دیتے تھے۔ کوئی بھی آنے والا شخص کبھی خالی واپس نہ جاتا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات ''راحت المحبین''، ''فوائد الفوائد''، ''افضل الفوائد''، ''سیر الاولیاء'' میں موجود ہیں جن کے مطابق ہم حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی تعلیمات سے روشناس ہوتے ہیں مثلاً:

☆ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جمعہ کی نماز کے متعلق فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر دو جمعہ ناغہ کرے تو دو سیاہ نقطے پیدا ہو جاتے ہیں اور تین جمعہ کی عدم شرکت سے اس کا تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔

☆ سالک کے لیے چار چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے:

۱۔ دنیا خصوصاً صحبتِ اغنیاء۔

۲۔ ماسویٰ اللہ کا تذکرہ۔

۳۔ غیر اللہ کی طرف التفات وتوجہ

۴۔ دل کا میل یعنی دل میں دنیا کی کسی قسم کی محبت نہ ہو۔

Marfat.com

☆ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے:

۱۔ کم کھانا۔

۲۔ کم بولنا۔

۳۔ کم سونا۔

۴۔ لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔

☆ مومن کے دل کو ستانا اللہ کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مومن وہ شخص ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو یہاں درد محسوس ہو۔

☆ ہمسایہ کے حقوق کے سلسلے میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔ اس کو کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو۔ بیماری میں ان کی عیادت کرو۔ مصیبت میں غم خواری کرو۔ اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی میت کے ساتھ جاؤ اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھو۔

☆ صدقہ اس وقت قبول ہوتا ہے جب اس میں پانچ شرطیں ہوں۔ ان میں دو عطا سے پہلے، دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو۔ دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اُسے بُرے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اوّل تواضع اور ہنسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے کہ جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔

☆ صبر و رضا کے متعلق فرمایا: جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہنچے تو شکایت نہ کرے لیکن یہ ہے کہ مصیبت سے کسی طرح کی کراہت نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔

☆ ”فوائد الفوائد“ کے مطابق توکل کے ضمن میں فرمایا کہ توکل کے تین مرتبے ہیں۔

Marfat.com

پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعوے کے لیے وکیل کرے اور وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو اور عالم بھی تو وہ موکل بالکل بے کھٹکے ہوگا کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں جو دانا بھی ہے اور میرا دوست بھی ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہوگا اور سوال بھی۔ یہ توکل کا پہلا درجہ ہے کہ توکل بھی اور سوال بھی۔ دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ ہو جس کی ماں اسے دودھ پلاتی ہو۔ اسے توکل ہی ہوگا، سوال نہ ہوگا۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ صرف روتا ہے لیکن تقاضا نہیں کرتا۔ اس کے دل میں شفقت مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ توکل کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ کہ وہ مردہ نہ حرکت کرتا ہے نہ سوال، جس طرح نہلانے والا چاہے اسے حرکت دے اور دھوئے۔ یہ درجہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔

☆ دعا کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ دُعا کے وقت کیے ہوئے گناہوں کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے اور نہ ہی کی ہوئی عبادت اور اطاعت کا۔ دُعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ یہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔

☆ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھنی چاہیے۔

☆ سماع کے لیے حسب ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ مسمع یعنی سنانے والا مرد ہو، لڑکا اور عورت نہ ہو۔

۲۔ مسموع یعنی جو چیز سنی جائے وہ فحش اور فضول نہ ہو۔

۳۔ مستمع یعنی جو سننے والا ہو وہ یادِ حق سے پُر ہو۔

۴۔ آلات سماع مثلاً چنگ، رباب اور دوسرے مزامیر مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع حلال ہے۔

Marfat.com

☆ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے کرامت کے اظہار کی ممانعت فرمائی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ سلوک کے سو مقامات میں سترھواں درجہ کشف و کرامات کا ہے جو اسی میں رہ جائے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ خدا نے اولیاء پر کرامت کا پوشیدہ رکھنا فرض قرار دیا ہے، اسی طرح جیسے خدا نے انبیاء پر معجزہ کا اظہار کرنا فرض قرار دیا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ذریعہ معاش تمام عمر فتوح رہا۔ آپ نے فتوح کے متعلق فرمایا کہ بغیر مانگے اور بغیر خواہش کیے کسی آدمی کے پاس کوئی چیز پہنچے تو وہ اس کے لیے جائز ہے۔ فتوح کے لیے ایک لازمی شرط حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے یہ فرمائی کہ صوفی اور شیخ توکل پر زندگی گزاریں۔ جو کچھ ضروریات سے بچے وہ فوراً غربا پر خرچ کر دیں اور بچا کے نہ رکھیں۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلاف دل میں رنجش رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بنگال سے دہلی روانہ ہونے لگا تو اس حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو پیغام بھیجا کہ اس کی واپسی سے پہلے وہ دہلی چھوڑ دیں۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جواب میں فرمایا: "ھنوز دھلی دُور است" اور سلطان تغلق کو خود دہلی واپسی نصیب نہ ہوئی اور چھت گرنے کے باعث اُس کی موت ہو گئی۔ (تاریخ فرشتہ)

وصال:

حضرت نظام الدین اولیاءؒ عمر کے آخری حصے میں بیمار ہوئے اور کھانا پینا بالکل ترک ہو گیا۔ آپ کا وصال ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ میں ہوا اور نمازِ جنازہ شیخ رکن الدین ملتانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار غیاث پور (دہلی) میں واقع ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

حسین بن منصور حلاجؒ کا تذکرہ تصوف کی اہم کتابوں مثلاً ''کشف المحجوب''، ''تذکرہ الاولیأ''، ''نفحات الانس''، ''طبقات الکبریٰ'' اور ''اسماء الاسرار'' میں ملتا ہے۔ حلاجؒ کا پورا نام ابو المغیث الحسین بن منصور ہے۔ وہ عام طور پر منصور کے نام سے مشہور ہیں جو کہ ان کا نہیں بلکہ ان کے والد کا نام ہے۔

منصور حلاجؒ ۵۸ یا ۸۵۷ء میں فارس کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر نو برس کی ہوئی تو ان کے والد تستر کے علاقہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ منصور حلاجؒ نے ابتدائی عمر ہی میں قرآن حفظ کرلیا۔ اس کے بعد سہل بن عبدالعزیز تستریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بصرہ کا سفر اختیار کیا اور عمرو بن عثمان المکیؒ سے باقاعدہ بیعت ہو گئے۔ ڈیڑھ برس ان سے فیض پانے کے بعد بغداد چلے آئے۔ یہاں حضرت جنید بغدادیؒ سے وابستہ رہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے انھیں سکوت اور خلوت اختیار کرنے کو کہا۔ کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہنے کے بعد مکہ روانہ ہو گئے اور ایک سال تک وہاں رہے۔

منصور حلاجؒ نے سخت ترین ریاضتوں اور مجاہدوں سے خود کو گزارا۔ ابتدا میں چار سو اور بعدازاں ایک ہزار نوافل روزانہ ادا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو پورا سال مسجد حرام کے صحن میں بیٹھے رہے۔ سوائے طواف یا طہارت کے، اُٹھ کر باہر نہیں جاتے تھے۔ دھوپ کی تمازت یا بارش کسی چیز نے بھی آپ کے ارادے کو نہ بدلا۔ ایک سال کے بعد بغداد واپس آئے اور حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے چند مسائل پوچھے جن کا انھوں نے جواب نہ دیا، صرف اتنا

Marfat.com

فرمایا کہ تم جلد ہی اپنے خون سے دار کی لکڑیوں کو سرخ کرو گے۔ منصور حلاجؒ نے کہا کہ جس دن ایسا ہوگا، اس دن آپ اہلِ فتویٰ کا لباس پہنیں گے۔

منصور حلاجؒ حج سے واپس آنے کے بعد لوگوں کو تبلیغ کرنے لگے۔ کھلے عام ریاکار صوفیوں کے خلاف وعظ کرتے۔ ان کے مریدوں کی تعداد میں اضافہ تو ہوا مگر ایک گروہ منصور حلاجؒ کی مخالفت پر اُتر آیا چونکہ منصور حلاجؒ عوام سے بھاری ٹیکس وصول کرنے کے نظام کے خلاف تھے، اس لیے قدرتی طور پر ٹیکس وصول کرنے والے ان کے دشمن ہو گئے۔ منصور حلاجؒ علماء کی تنقید کے باعث خراسان کے مختلف علاقوں میں گھومتے رہے۔ خراسان سے اہواز پھر بغداد اور پھر دوسرے حج کے لیے اپنے مریدوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ دوسرا حج کر کے واپسی پر منصور حلاجؒ سندھ، ملتان، کشمیر، چین، ایران کے طویل سفر اختیار کیے۔ مختلف ممالک کی سیاحت کرنے کے ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور اسی دوران تیسرا حج بھی کیا۔ عوام میں بہت شہرت پا چکے تھے۔ ان کے مریدوں کی بڑی تعداد کے باعث سیاسی شخصیات آپ کی مخالف ہو چکی تھیں۔ منصور حلاجؒ جس محلہ میں مقیم رہے وہاں ان کے کچھ ایسے ساتھی بھی تھے جو حکومت میں انقلاب لانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں سے قریبی تعلق بھی حکومتی اراکین کو ان کے خلاف کرنے کا سبب بنا۔

منصور حلاجؒ کو مختلف القابات دیے گئے مثلاً ''المغوث''، ''الحقیت''، ''ابوعبداللہ زاہد''، ''شیخ حلاج الاسرار''، ''مصتبطلم''، ''المنحیر'' وغیرہ۔ لقب حلاج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بار ایک دھنیئے کی دکان پر گئے اور اسے کوئی کام کہا۔ اُس نے کہا کہ میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔ منصور حلاجؒ نے کہا کہ اگر تو میرا کام کر دے تو میں تیرا کام کر دوں گا۔ وہ چلا گیا۔ جب وہ کام کر کے واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ روئی کا سارا ذخیرہ دھنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے ان کا لقب حلاج ہوا۔

Marfat.com

منصور حلاجؒ نے تصوف کے حوالے سے بے شمار کتابیں تحریر کیں۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی تمام تصانیف کی تعداد چھیالیس کے قریب ہے اور اب یہ دستیاب نہیں تاہم ان کا ذکر مختلف کتابوں میں ضرور مل جاتا ہے۔ صرف ایک ''کتاب الطواسین'' موجود ہے جس کو فرانسیسی مستشرق موسیو مینن نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب حلاجؒ کی تحریروں کے اجزا کا مجموعہ ہے۔

منصور حلاجؒ کی تصانیف کے متعلق حضرت سید علی ہجویریؒ نے ''کشف المحجوب'' میں فرمایا کہ آپ کا کلام مہذب ہے اور میں نے جو علی بن عثمان جلابی ہوں، آپ کی تصانیف کے پچاس نسخے بغداد اور اس کے گرد و نواح میں دیکھے ہیں اور بعض تو بہت قوی ہیں اور بعض بہت ضعیف اور بعض زیادہ آسان اور بعض بڑے مشکل۔

منصور حلاجؒ نے تیسرے حج کے دوران عجیب نعرہ لگایا۔ لبیک کے الفاظ کے بعد کہا کہ حق تعالیٰ مجھے بے نوا و حاجت مند بنا۔ مجھے رسوا کر دے، لوگوں کو مجھ سے بیزار کرتا کہ شکر کا ہر کلمہ جو میری زبان سے ادا ہو، فقط تیرے ہی لیے ادا ہو اور تیرے بغیر کسی کا احسان نہ اٹھاؤں۔ حج سے واپسی پر منصور حلاجؒ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ لوگ انھیں ملامت کا نشانہ بنائیں۔ وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ لوگو! خدا سے میرا انصاف کرواؤ۔ نہ مجھے آسودہ چھوڑتا ہے کہ میں اس سے قریب رہوں اور نہ مجھے نفس سے جدا کرتا ہے کہ میں اس سے آزاد ہو جاؤں۔ یہ ایسا عشوہ و ناز ہے جسے برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں۔

منصور حلاجؒ چند حساس مسائل پر رسائل بھی لکھ چکے تھے۔ منصور کا عقیدہ یہ مشہور ہوا کہ عبد معبود کے ساتھ مل چکا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ منصور حلاجؒ کا کہنا تھا کہ اگر کوئی آدمی حج کا ارادہ کرے اور سفر نہ کر سکے تو وہ اپنے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر کے اسے مکمل پاک و صاف کرے اور دیگر مناسک اُسی طرح ادا کرے بعد میں بیس یتیموں کو مقدور بھر کھانا کھلائے اور انھیں سات سات درہم یا تین تین درہم دے۔ فرید الدین عطارؒ نے

Marfat.com

''تذکرۃ الاولیاء'' میں بیان کیا ہے کہ عوام منصور حلاجؒ کی باتیں سن کر متحیر ہوئی۔ ان کے نعرہ ''انا الحق'' (میں حق ہوں) کو بنیاد بنا کر حکومت نے ان کو گرفتار کر لیا۔ منصور حلاجؒ کا سب سے بڑا دشمن وزیر حامد بن عباس تھا جو عوام میں منصور حلاجؒ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے سبب سخت خائف تھا۔ حامد بن عباس کا کہنا تھا کہ حلاجؒ کا وجود حکومت کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتا ہے۔

منصور حلاجؒ آٹھ سال تک قید میں رہے۔ خلیفہ وقت کے سامنے واقعات کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا۔ منصور حلاجؒ کا جرم ''انا الحق'' کہنا قرار پایا۔ آپ سے کہا گیا کہ ''ہوالحق'' کہیں تو منصور حلاجؒ نے کہا: واقعی وہ ہمہ اوست ہے، لیکن تم کہتے ہو، وہ گم ہوا ہے، وہ گم نہیں ہوا بلکہ حسین ہی گم ہوا ہے۔ بحرِ محیط بھی کبھی گم ہوتا ہے، ہرگز نہیں۔ دورانِ قید بے شمار لوگ آپ سے مل کر مسائل پوچھا کرتے۔ آخر حکامِ وقت نے لوگوں کے ملنے پر پابندی لگا دی البتہ منصور حلاجؒ کے قریبی ساتھی ابن عطاؒ، عبدالحفیفؒ اور شبلیؒ ان سے ملتے رہے۔

روایت ہے کہ منصور حلاجؒ قید کے دوران بھی ایک ہزار نوافل دن رات میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک رات تین سو قیدیوں کو لایا گیا۔ منصور حلاجؒ نے انگلی سے اشارا کیا تو سب قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ کر گر گئیں۔ اسی طرح ان کے لیے راستے بھی بنا دیے۔ قیدیوں نے آپ کو بھی ہمراہ چلنے کے لیے کہا تو فرمایا: مجھ کو اپنے مالک کے ساتھ ایک راز ہے اور بغیر دار پر چڑھے حل ناممکن ہے۔ صبح قیدیوں کو موجود نہ پا کر آپ سے پوچھا گیا تو کہا کہ ہم نے سب کو آزاد کر دیا۔

وزیر حامد بن عباس نے ۸۴ شہادتیں منصور حلاجؒ کے خلاف اکٹھی کر لی تھیں۔ علماء نے آپ کے خلاف قتل کا فتویٰ جاری کیا۔ کہا جاتا ہے کہ منصور حلاجؒ کے قتل کا فتویٰ زبردستی مرتب کروایا گیا۔ منصور حلاجؒ کی کتاب میں حج کے متعلق بیان پڑھا جا رہا تھا جسے

Marfat.com

سنتے ہی قاضی ابو عمر نے حلاجؒ سے پوچھا کہ یہ مضمون تجھے کہاں سے پہنچا۔ انھوں نے کہا: حسن بصریؒ کی کتاب ''کتاب الاخلاص'' سے۔ قاضی ابو عمر نے کہا: اے حلال الدم! تو جھوٹ کہتا ہے۔ ہم نے مکہ میں حسن بصریؒ کی ''کتاب الاخلاص'' سنی ہے۔ اُس میں تو یہ مضمون نہیں تھا۔ قاضی ابو عمر کی زبان سے یا حلال الدم نکلتے ساتھ ہی وزیر حامد بن عباس نے کہا کہ اس لفظ کو لکھ دیجیے۔ قاضی ابو عمر ٹالنے لگے۔ حامد نے سختی سے ان الفاظ کو لکھنے کا مطالبہ کیا جس کے بعد قاضی نے مجبور ہو کر قتل کا فتویٰ لکھ دیا اور سب نے دستخط کر دیے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حلاجؒ نے کہا: مجھے شرعاً سزائے تازیانہ بھی نہیں جا سکتا۔ میرا خون بہانا حرام ہے۔ عقیدۃ میں مسلمان ہوں، مذہباً سنی ہوں۔ تم کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ گھڑ گھڑا کر میرے جواز قتل کا فتویٰ لکھو۔

منصور حلاجؒ مسلسل کہتے رہے مگر ان کی کسی بات پر دھیان نہ دیا گیا۔ آخر کار ۹۲۲ء کو منصور حلاجؒ کو دار کی طرف لایا گیا۔ میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ شیخ فرید الدین عطارؒ کی روایت ہے کہ جب منصور حلاجؒ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے منصور حلاجؒ سے پوچھا: تصوف کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جو کچھ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، وہ تصوف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ شبلیؒ نے پوچھا کہ پھر اعلیٰ ترین درجہ کون سا ہے؟ جواب ملا کہ اس درجے سے کوئی واقف نہیں ہو سکا۔

اوپر پہنچنے کے بعد حامد بن عباس کے آدمیوں نے منصور حلاجؒ پر سنگ باری شروع کر دی۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' کے مطابق منصور حلاجؒ لہولہان ہو گئے مگر آپ نے اُف تک نہ کی۔ ہجوم میں سے کسی شخص نے پوچھا: منصور! عشق کیا ہے؟ جواب میں منصور حلاجؒ نے فرمایا: آج، کل میں تمھیں معلوم ہو جائے گا۔

کوڑوں کی سزا مکمل ہو جانے کے بعد کوتوال نے منصور کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے

Marfat.com

کا حکم جاری کیا۔ کوتوال کے اس سفاکانہ حکم کا باعث وزیر حامد بن عباس تھا۔ منصور حلاجؒ ہاتھ کاٹے جانے کے بعد بھی مسکراتے رہے۔ پھر انھوں نے خون آلود ہاتھوں کو منہ پر ملا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میرے جسم سے خون زیادہ بہہ جانے کے باعث چہرہ زرد دکھائی دے رہا ہوگا اور شاید لوگ یہ خیال کریں کہ خوف کے باعث زرد ہے، اس لیے منہ پر خون مل رہا ہوں تاکہ سرخ رو نظر آؤں۔ لوگوں نے پوچھا: کلائیوں پر کیوں مل رہے ہیں؟ جواب دیا: وضو کر رہا ہوں۔ عشق کی نمازِ دوگانہ کا وضو خون کے بغیر کسی اور چیز سے نہیں ہوسکتا۔

جب آپ کی آنکھوں کو نکالا گیا تو حشر کا عالم تھا، لوگ رو رہے تھے۔ زبان کی باری آئی تو فرمایا: ذرا ٹھہرو، میں ایک بات کرلوں۔ منصور حلاجؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:

> الٰہی! اگر تو اسے دوست رکھتا ہے جو تجھے دُکھ پہنچاتا ہے تو تُو کس طرح اسے دوست نہ رکھے گا جو تیری راہ میں دُکھ اُٹھاتا ہے۔

بعدازاں منصور حلاجؒ نے کلمہ شہادت ادا کیا اور کہا:

> واجد کو اتنا ہی کافی ہے کہ واحد کے ساتھ ایک ہو جائے۔

آپ کی زبان کاٹ دی گئی۔ حکم آیا کہ سر بھی قلم کر دیا جائے۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' اور بعض دیگر کتب میں درج ہے کہ آپ کے ہر عضو سے ''انا الحق'' کا شور برپا ہو گیا اور خون کا ہر ٹپکنے والا قطرہ زمین پر ''انا الحق'' کا نقش بن جاتا تھا۔ ہر طرف سے ''انا الحق'' کا شور اُٹھنے سے وزیر حامد بن عباس پریشان ہو گیا۔ اس نے بدحواسی کے عالم میں جلاد سے کہا کہ منصور حلاجؒ کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اگلے روز آپ کے تمام اعضا کو اکٹھا کر کے جلا دیا گیا اور خاکستر کو دجلہ میں بہا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب راکھ کو دریا میں ڈالا گیا تو پانی کا بہاؤ نہایت تیز ہو گیا۔ منصور حلاجؒ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے قریبی خادم سے کہا تھا کہ جب

Marfat.com

میری راکھ کو دریا میں ڈالا جائے گا تو اس میں ایسی تیزی ہو گی کہ بغداد کے ڈوبنے کا خطرہ ہے۔ جب ایسی حالت ہو تو میرا خرقہ دریا پر لے جایا جائے۔ جب دریا میں طغیانی کی کیفیت ہوئی تو خرقہ دریا کے سامنے کیا گیا جس سے پانی کی شدت میں کمی ہوئی اور راکھ اکٹھی ہو کر کنارے پر آ گئی۔ لوگوں نے اس راکھ کو نکال کر زمین میں دفن کر دیا۔

منصور حلاجؒ کے سلسلے میں دیگر مشائخ کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو اس سلسلے میں بعض نے خاموشی اختیار کی اور بعض انھیں برگزیدہ بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ، منصور حلاجؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

> حسین بن منصور حلاجؒ جب تک رہے، وہ نماز کے پابند، ذکر و مناجات بسیار کرنے والے، پیوستہ روزے رکھنے والے، تحمید میں مہذب اور توحید میں لطیف نکات بیان کرنے والے تھے۔ اگر ان کے افعال سحر ہوتے تو یہ سب کچھ ان سے سرزد ہونا محال ہوتا۔ پس درست ہوا کہ صاحب کرامات تھے اور کرامات سوائے ولی کے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ بعض اہلِ اصول انھیں یوں رد کرتے اور ان پر اعتراض لاتے ہیں کہ ان کے کلمات سے امتزاج و اتحاد کے پہلو نکلتے ہیں، لیکن یہ تشنیع ان کی عبارت پر ہے نہ کہ معنی پر۔ کیونکہ مغلوب سے امکانِ عبارت مشکل ہے۔ غلبۂ حال میں اس سے صحیح عبارت کی ادائی نہیں ہو سکتی۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبارت مشکل ہو اور اُس کا مقصود سمجھ میں نہ آئے اور اس سبب سے اُس کے منکر ہو جائیں۔ سو قصور ان کے نہ سمجھ سکنے کا ہے نہ کہ اُس عبارت کا۔ (کشف المحجوب)

استاد ابو القاسم قشیری اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ اربابِ معانی و حقیقت میں سے تھے تو خلق کے مہجور کرنے سے مہجور نہیں ہو سکتے تھے اور اگر وہ مردودِ حق اور مقبول حق تھے تو خلق کے مقبول بنانے سے وہ مقبول نہیں بن سکتے تھے۔ چنانچہ ہم ان کا معاملہ خدا کے

Marfat.com

سپرد کرتے ہیں اور جس قدر ان میں ہمیں حق کی نشانی کی یافت ہوتی ہے۔ اس کے مطابق ہم ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔

شبلیؒ نے ان کے متعلق فرمایا:

میں اور حلاجؒ ایک ہی چیز ہیں۔ میرے جنون نے مجھے مخلصی دلا دی اور اس کی عقل نے اسے ہلاک کر ڈالا۔

فرید الدین عطارؒ کی رائے ہے کہ وہ سوز و اشتیاق میں ڈوبا ہوا اور آتش فراق کی شدت میں مست و بے قرار تھا۔ وہ شوریدۂ روزگار اور صادق و پاک باز عاشق تھا، عظیم جدوجہد کا مالک، حیران کن ریاضت و کرامت کا حامل، وہ حقائق و اسرار اور معانی و معارف میں بڑا ہی کامل تھا۔ سخن میں ایسا صاحب فصاحت و بلاغت کہ شاید ہی کوئی اس کی ٹکر کا ہو۔ تمام زندگانی آغاز سے آخر تک، گرفتارِ بلا رہا۔

مولانا روم نے ''انا الحق'' کے متعلق لکھا کہ ''انا الحق'' کہنے والا تو خود اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ میں تو حق میں شامل ہو گیا ہوں۔ میں خود تو کچھ رہ ہی نہیں گیا ہوں۔ انانیت اگر نکلتی ہے تو انا العبد سے نکلتی ہے جس کے معنی عبد کا خود اپنے وجود کا اعتراف کرنا بھی ہے۔ (فیہ مافیہ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ''انا الحق'' کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اللہ ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہے۔ ہم کو منصور حلاجؒ کے مقام و مرتبہ کا تعین کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔ ان کے مرتبے سے تو کوئی صاحبِ مقام ہی آگاہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

منصور حلاجؒ کے چند افکار:

☆ مرید وہ ہے جو اپنے اوّل قصد سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، پھر کسی اور طرف مائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ واصل ہو جائے۔

☆ مسلسل مصیبتیں آنے سے بندہ مصیبت سے مانوس ہو جاتا ہے یعنی عادت سے تحمل آسان ہو جاتا ہے۔

☆ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ سے نزاع کرے، اس چیز میں جو میں نے اسے عطا کی تو اس سے چھین لیتا ہوں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ جب توبہ کرتا ہے تو اسے ایک نیا لباس پہنا دیتا ہوں جو اس سے قبل نہیں پہنا تھا اور جو توبہ نہ کرے اسے دوزخ میں ڈال دیتا ہوں اور کبھی اُس کی طرف نہیں دیکھتا۔

☆ اے (خدا) تری مثال میری آنکھ میں اور ترا ذکر میری زبان پر رہتا ہے۔ تیرا گھر میرا دل ہے پھر تو کیونکر جدا ہو سکتا ہے۔

☆ میرا من میرے اور تیرے درمیان پردہ بن گیا ہے۔ پس مرے من سے اپنے من کا پردہ اُٹھا لے۔

☆ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو محبوب کے پہلو میں کھڑا ہو جائے۔ اپنے اوصاف کو ترک کر دے اور اس کی صفات سے متصف ہو جائے۔

☆ جو اپنے کردار کو دیکھتا ہے۔ خدا کا کردار اس سے پوشیدہ رہتا ہے اور جو خدا کے کام کو دیکھتا ہے وہ اپنے کام کو نہیں دیکھ سکتا۔

☆ جو کچھ میرے دل میں ہے اگر اس کا ایک ذرہ جہاں کے پہاڑوں پر ڈال دوں تو وہ سب پگھل کر رہ جائیں گے۔

☆ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی، باطن بھی ہے اور ظاہر بھی۔ قریب بھی ہے اور

Marfat.com

بعید بھی۔ اس کے مثل کوئی شے نہیں، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

☆ علم دو قسم کا ہے۔ ایک بے فائدہ اور دوسرا بافائدہ۔ بے فائدہ علم کی مثال اس درخت جیسی ہے جس پر باوجود محنت کے کوئی پھل نہ لگے جب کہ بافائدہ علم اس پودے جیسی حیثیت رکھتا ہے جو ذرا سی احتیاط سے فوراً پھل دار درخت میں تبدیل ہو جائے۔

☆ اے انسان! روزِ محشر آنے سے قبل توبہ کرلو ورنہ صرف پچھتاوا باقی رہ جائے گا۔

☆ میری ذات کا شہود میری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اور قربِ الٰہی نے مجھ سے میرا نام تک بھلا دیا ہے۔

☆ اے میرے قابلِ اعتبار ساتھیو! بہتر ہے کہ مجھے قتل کر دو کیونکہ میرا قتل ہی میری زندگی ہے۔

☆ اپنے نفس کی نگہداشت رکھو، اگر تم اسے حق میں نہ لگاؤ گے تو وہ تم کو حق تعالیٰ سے ہٹا دے گا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ رہو، جیسا اُس نے کہا ہے اور اس کے فرائض ادا کرتے رہو۔

❀❀❀❀❀

Marfat.com

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ

شاہ حسینؒ کو مادھولال حسین کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ وہ صوفی پہلے ہیں اور شاعر بعد میں۔ ان کی پیدائش ۱۵۳۸ء یا ۱۵۳۹ء میں لاہور میں ہوئی۔ والد کا نام شیخ عثمان تھا جو کہ نومسلم اور پیشہ کے اعتبار سے جولاہا تھے۔ شاہ حسینؒ نے اس پیشے کا ذکر اپنے کلام میں جا بجا کیا ہے۔

ے ناؤں حسینا تے ذات جلاہیا

شاہ حسینؒ کے گھرانے میں ہندو ثقافت کے اثرات موجود تھے کیوں کہ ان کے دادا ہندو تھے۔ شاہ حسینؒ نے ابتدائی تعلیم ٹکسالی دروازہ کی مسجد کے امام حافظ ابوبکر سے حاصل کی۔ ''تحقیقات چشتی'' کے مطابق شاہ حسینؒ نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں وہ حضرت بہلول دریائیؒ کے مرید ہو گئے چند سالوں کے بعد جب شیخ بہلولؒ لاہور سے جانے لگے تو اُنھوں نے شاہ حسینؒ کو حضرت سید علی ہجویریؒ کے دربار میں باقاعدگی سے حاضری کی تلقین کی۔ اپنے مرشد کے جانے کے بعد شاہ حسینؒ تقریباً دس یا بارہ برس تک حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار پر حاضری کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ حسینؒ روزانہ دو قرآن مجید ختم کرتے۔ ایک دن کے وقت حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار پر اور دوسرا رات کو دریائے راوی میں کھڑے ہو کر۔ شاہ حسینؒ دن بھر روزہ رکھتے، فجر سے شام تک درس و تدریس اور عبادت میں مصروف رہتے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد عشاء تک نفل پڑھنے کے بعد نماز عشاء ادا کر کے دریائے راوی پر چلے جاتے۔ شاہ حسینؒ کے یہ معمولات طویل عرصہ تک جاری رہے۔ بعد ازاں ان کی ملاقات شیخ سعد اللہؒ سے ہوئی

Marfat.com

جن سے شاہ حسینؒ نے تفسیر پڑھی۔ ایک روز آپ تفسیر مدارک پڑھ رہے تھے کہ یہ آیت آئی:

وما الحیواۃ الدنیا الالھو ولعب

اس آیت کو پڑھتے ہی شاہ حسینؒ پر ایک مجذوبی کیفیت طاری ہوئی۔ وہ مدرسہ سے باہر نکلے اور کبھی مڑ کے ادھر کا رخ نہ کیا۔ دنیا کو کھیل تماشا سمجھتے ہوئے شاہ حسینؒ کی زندگی کا ہی رخ بدل گیا۔ بعض مورخین کے مطابق شاہ حسینؒ نے ڈاڑھی ختم کر دی، شراب کی صراحی تھام لی اور ملامتیہ فرقے سے وابستگی اختیار کر لی۔

ملامتیہ فرقہ:

ملامتیہ فرقہ کے بانی کا نام ابوحمدون تھا جو نیشا پور کے رہنے والے تھے ملامتی صوفی اپنی روحانی کیفیات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے خود پر ملامت کا پردہ ڈال لیتے ہیں۔ ان کے خلاف شرع اعمال دیکھنے کے بعد لوگ انھیں پسند نہیں کرتے۔ ملامتی صوفیا تین طرح سے ملامت کو اختیار کرتے ہیں۔ اول سیدھا چلنے، دوم قصد کرنے اور سوم ترک کرنے سے۔

سیدھا چلنے سے مراد یہ ہے کہ وہ احکام دین کی پیروی کریں اور لوگوں کی ملامت سے لاتعلق رہے۔ قصد کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص عزت مرتبہ پانے کے بعد اسے ترک کردے اور لوگ اس سے ملامت کرتے ہوئے آخر کار دور ہٹ جائیں۔ ترک کرنے میں صورت ملامت یہ ہے کہ ایسا گمان ہو کہ وہ شریعت کو ترک چکا ہے اور اس لیے لوگ اس کو ملامت کا نشانہ بنائیں۔

شاہ حسینؒ نے ملامت کا تیسرا طریقہ اپنایا۔ اکبر نے اپنے قیام لاہور کے دوران شاہ حسینؒ کو اپنے دربار میں طلب کر کے ان کے خلاف شرع اعمال کے سلسلے میں باز پرس کی۔ خاص طور پر شراب نوشی کے حوالے سے پوچھا گیا۔ شاہ حسینؒ نے جواب میں اپنی صراحی

Marfat.com

سے دو پیالوں میں شراب انڈیلی۔ ایک پیالے میں ٹھنڈا پانی اور دوسرے میں دودھ نکل آیا۔ اسی طرح شاہ حسینؒ نے آٹھ مختلف پیالے بھرے جن میں الگ الگ مشروب نکلے۔ اکبر نے شاہ حسینؒ سے معافی طلب کی جس پر شاہ حسینؒ نے فرمایا کہ وہ آئندہ فقیروں کو دربار میں طلب نہ کرے۔

شاہ حسینؒ اپنے مریدوں اور گانے والوں کے ساتھ شہر کی گلیوں میں گاتے بجاتے، رقص کرتے اور کبھی ریاضت کے لیے لاہور کے قریبی جنگلوں کا رخ کرتے۔ شاہ حسینؒ کے مرشد شیخ بہلولؒ نے جب ان کی اس حالت کے بارے میں سنا تو وہ چینیوٹ سے لاہور آئے لیکن اپنے مرید سے ملاقات کے بعد مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

شاہ حسین اِسی جذب و مستی میں رہتے، لال رنگ کے کپڑے پہنتے جس کے باعث انھیں لال حسین بھی کہا جاتا ہے۔ اِسی دوران ان کی ملاقات برہمن زادے مادھو سے ہوئی۔ شاہ حسینؒ اس کے پیچھے ہو لیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مادھو اکثر ان کی روحانی مجالس میں شرکت کرتا تھا۔ شاہ حسینؒ کی محبت مادھو سے اس قدر بڑھ چکی تھی کہ جس دن مادھو نہ آتا وہ خود ملنے کے لیے اس کے گھر چل پڑتے۔ مادھو کے والدین ایک مسلمان سے تعلق کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مادھو کو شاہ حسینؒ سے الگ رکھنے کے لیے گنگا یاترا کا پروگرام بنایا گیا۔ جب شاہ حسینؒ کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے مادھو کو یہ کہہ کے روک دیا کہ وہ نہ جائے وہ اسے خود یاترا کروا دیں گے۔ مادھو کے والدین چلے گئے۔ کچھ دن بعد شاہ حسینؒ نے مادھو سے کہا کہ آنکھیں بند کرے جب اس نے آنکھیں بند کیں تو دیکھا کہ وہ اپنے والدین کے ہمراہ گنگا کے کنارے پھر رہا ہے۔ مادھو نے بعد میں خود کو اپنے گھر پایا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس کے والدین نے بھی واپسی پر مادھو کے وہاں موجود ہونے کو تسلیم کیا۔ مادھو نے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ایک اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ شاہ حسینؒ، مادھو سے ملنے

Marfat.com

اس کے گھر گئے تو پتہ چلا کہ مادھو مر گیا ہے۔ شاہ حسینؒ نے یہ دیکھ کر قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ وہ مادھو کی میت سے مخاطب ہو کر بولے کہ مادھو اُٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے میں تمہیں بلا رہا ہوں اور مادھو اُٹھ کر شاہ حسینؒ کے ساتھ گھر سے نکل آیا اور کبھی واپس گھر نہ گیا۔

مادھو نے تمام عمر شاہ حسینؒ کے ساتھ گزار دی۔ اس کا نام شاہ حسینؒ کے ساتھ یوں جڑا کہ آج مادھو لال حسین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وفات:

شاہ حسینؒ کی وفات ۱۸۹۳ء میں شاہدرہ میں ہوئی۔ شاہ حسینؒ کی اپنی پیشین گوئی کے مطابق کچھ برسوں کے بعد دریائے راوی نے رخ بدلا اور ان کی قبر بہہ گئی۔ مادھو نے جسد مبارک نکلوا کر باغبان پورہ میں دفن کیا۔ مادھو کو بھی وفات کے بعد اُسی جگہ دفن کیا گیا۔

کلام:

شاہ حسینؒ کا کلام ان کافیوں پر مشتمل ہے جو پنجابی ادب بالخصوص تصوف میں نمایاں مقام کی حامل ہیں۔ شاہ حسینؒ وحدت الوجود کے عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں۔ جس کا اظہار ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے۔

ربا میرے حال دا محرم توں
اندر توں ہیں باہر توں، روم روم وچ توں
توں ہں تانا، تو ہیں بانا، سبھ کچھ میرا توں
کہے حسینؒ فقیر نمانا، میں ناہیں سبھ توں

اے رب تو میرے حال سے واقف ہے، اندر، باہر اور میری رگ رگ میں تو ہی سمایا ہوا ہے۔ میرا تانا بانا تو ہے، میرا سب کچھ تو ہی ہے۔ میں حسین ایک بے بس فقیر ہوں۔ میں کچھ بھی

Marfat.com

نہیں سب کچھ تو ہی ہے۔

تینہاں نوں غم کہیا، سائیں جنہاں دے ول
سوہنی صورت دلبر والی رہی اکھیں وچ گل
اک پل سنج جدا نہ تھیوے، بیٹھا اندر مل
کہے حسین فقیر سائیں دا، چلنا اج کہ کل

جن کو اللہ کا ساتھ حاصل ہوا انھیں کوئی غم نہیں ہوتا۔ ان کی آنکھوں میں اپنے خوبصورت محبوب کی صورت سمائی رہتی ہے۔ ان کا محبوب ایک پل کے لیے بھی جدا محسوس نہیں ہوتا کیوں کہ وہ ان کے اندر موجود رہتا ہے۔ شاہ حسین رب کا فقیر کہتا ہے کہ اس دنیا سے آج یا کل سب کو چلے ہی جانا ہے۔

عشق:

شاہ حسینؒ فرماتے ہیں کہ سچا عاشق ہی عشق کی راہ اختیار کرسکتا ہے اور عشق کا راستہ سوئی کے باریک سوراخ سے گزرنے کے مترادف ہے۔

عاشق ہوویں تاں عشق کما ویں
راہ عشق سوئی دا نکا، دھاگہ ہوویں تاں ہی جاویں
باہر پاک اندر آلودہ، کیہا توں شیخ کہاویں
کہے حسین جے فارغ تھیویں، تاں خاص مراتبہ پاویں

وہ لوگ برگزیدہ ہیں جو معبودِ حقیقی کے عشق میں گرفتار ہیں یہ لوگ جہاں جاتے ہیں خدا کی توحید کے گن گاتے ہیں۔ عاشق محبوب حقیقی کی خاطر جان قربان کر جاتے ہیں۔

شاہ حسین شہادت پائیں، مرن جو متراں اگے

لوگ نصیحت کرتے ہیں کہ عقل کی راہ پر چلا جائے لیکن شاہ حسین فرماتے ہیں کہ عشق کا

Marfat.com

عقل سے کوئی علاقہ نہیں۔ خود شاہ حسینؒ کے دل میں بھی محبوب حقیقی بستا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

کہے حسین فقیر نمانا، تدھ باجھوں کوئی ہور نہ جانا
خاک پیراں دی، میں رولی آں نی

شاہ حسینؒ ایک عاجز فقیر کہتا ہے کہ میں نے تیرے بغیر کسی کو معبود نہیں سمجھا۔ میرے تیرے قدموں کی دھول ہوں اور عاجزی سے تیری عبادت کرتا ہوں۔

عاقبت کی فکر:

شاہ حسینؒ کے نزدیک دنیا ایک سرائے ہے صرف اعمال ہی کام آئیں گے۔ دنیا میں دل لگانے کی بجائے عاقبت کی فکر ضروری ہے۔

جاگ نہ لدھی آ، سن جند ہھو وہانی رات
اِس دم دا وِوکیہہ بھرواسا، رہن سرائیں رات
وچھڑے تن من بوہڑ نہ میلہ، جیوں ترور ٹٹے پات
کہے حسین فقیر سائیں دا، ہوئے گئی پر بھات

آج پھر رات گزر گئی مگر تو غفلت سے بیدار نہیں ہوا۔ اس دم کا کوئی بھروسہ نہیں یہ ایک سرائے میں رات گزارنے کے برابر ہے۔ جب روح اور جسم ایک بار جدا ہو جائیں تو دوبارہ نہیں مل سکیں گے جیسے درخت سے پتا ٹوٹ کر گر جاتا ہے۔ حسین رب کا فقیر کہتا ہے کہ صبح ہو گئی ہے بیدار ہو جاؤ۔

شاہ حسینؒ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا محض خواب ہے اور وہی راتیں کام آتی ہیں جو معبود حقیقی کی عبادت میں گزری ہوں۔

تجھے گور بلا وے، گھر آؤرے!
جو آوے سو رہن نہ پاوے، کیا میر ملک اُمراؤ رے

Marfat.com

ہر دم نام سمھال سائیں دا، ایہہ اوسر ایہہ داؤ رے
کہے حسین فقیر نمانا، آخر خاک سماؤ رے

تجھے قبر بلا رہی ہے کہ اپنے گھر آ جاؤ، اس دنیا میں جو بھی آیا وہ ہمیشہ کے لیے نہیں رہ سکا۔ یہاں کے رئیس اور سردار بھی رخصت ہوئے۔ تو ہر دم اپنے رب کا نام لے۔ اس وقت کو ہاتھ سے جانے مت دے۔ حسینؒ عاجز فقیر کہتا ہے کہ آخر کار خاک میں سما جانا ہے۔

انسان دوستی:

شاہ حسینؒ بُرے اور بھلے کا فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہوئے نیکی اور انسان دوستی کا پیغام دیتے ہیں۔

دنیا جیون چار دیہاڑے
کون کسے نال رھسے

وہ فرماتے ہیں کہ زندگی نہایت مختصر ہے لہٰذا دل میں رنجشوں کو ہرگز جگہ نہ دی جائے بلکہ جو وقت مل جائے پیار محبت سے گزار لیا جائے۔

نیک اعمال:

شاہ حسینؒ فرماتے ہیں کہ وقت پر کیا جانے والا کام ہی درست ہے وقت گزرنے کے بعد اُس کا کوئی فائدہ نہیں، عمر کا کثیر حصہ ضائع ہو رہا ہے اگر نیک اعمال نہ کیے جائیں تو مرنے کے بعد صرف پچھتاوا ہی باقی رہ جائے گا۔

کوئی دم مان لے رنگ رلیاں
دھن جو بن دا مان نہ کریئے، بہت سیانیاں چھلیاں
کھیڈیا جھاں نال بالپن، سے سیاں اٹھ چلیاں
بابل آنگن چھڈ چھڈ گئیاں، ساہورڑے گھر چلیاں

Marfat.com

ایہہ گلیاں تینوں سپنا تھیسن، بابل والیاں گلیاں
کہے حسین فقیر سائیں دا، کر لے گلاں بھلیاں

تیرے پاس بہت تھوڑا وقت ہے جتنی چاہے عیش کر لے۔ دولت اور جوانی پر مان نہیں کرنا چاہیے۔ بڑے بڑے سیانے بھی دھوکا کھا گئے۔ جن ساتھیوں کے ساتھ بچپن میں کھیلا وہ بھی رخصت ہو گئے۔ بابل کی جن گلیوں میں تو نے وقت گزارا ہے ایک دن تیرے لیے خواب بن جائیں گی۔ حسینؒ اللہ کا فقیر کہتا ہے کہ ابھی وقت ہے نیک اعمال کر لو۔

ویلا سمرن دانی اٹھ نام دھیائے
ہتھ ملے کل پچھوتا سی جدویلی آوقت وہائے

شاہ حسینؒ کے کلام میں سے چند مصرعوں نے ضرب المثل کی حیثیت سے بھی شہرت پائی مثلاً:

ے جگ وچ جیون تھوڑا کون کرے جنجال
ے جت تن لاگے، سوتن جانے، ہور گلاں کرن سکھالیاں

حاصل کلام یہ ہے کہ شاہ حسینؒ جمال پرست صوفی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حافظ شیرازی کے کسی شعر کو پڑھ کر فرمایا کہ حافظ بوڑھی عورتوں کی طرح ہر وقت روتا رہتا ہے اللہ کا حکم ہے کہ ہنسو کھیلو، یہی بات اللہ کو پسند ہے۔

شاہ حسینؒ کی شاعری سادگی، روانی اور اثر میں اپنی مثال آپ ہے۔ اُنھوں نے کافی کی صنف کو اظہار کے لیے منتخب کیا۔ شاہ حسینؒ کی کافیوں میں اخلاق، فلسفہ اور روحانیت کے تمام مباحث موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ شاہ حسینؒ کا کلام آج بھی نیکی اور سچائی کی تعلیم دے رہا ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان باہوؒ ۱۶۲۹ء یا ۱۶۳۱ء میں جھنگ کے موضع اعوان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی جو ایک پرہیز گار خاتون تھیں۔ حضرت باہوؒ کی پیشانی سے ولایت کا نور ظاہر ہوتا تھا۔ روایت ہے کہ جب وہ چھوٹے تھے تو جو ہندو ان کے نورانی چہرے کو ایک مرتبہ دیکھ لیتا وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ علاقے کے ہندوؤں نے حضرت باہوؒ کے والد بازید محمد سے درخواست کی کہ وہ اپنے بیٹے کو گھر میں رہنے کو کہیں اور ان کے گھر سے نکلنے کا وقت مقرر کر دیا جائے۔ لوگوں کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ حضرت سلطان باہوؒ کے متعلق یہ روایت بھی مشہور ہے کہ رمضان المبارک میں وہ صبح سے شام تک والدہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔

حضرت سلطان باہوؒ اپنی والدہ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ چونکہ ان کی تربیت میں والدہ کا بہت عمل دخل تھا۔ اس لیے سلطان باہوؒ نے ان سے اپنا مرشد بننے کی درخواست کی۔ جواب میں والدہ نے فرمایا کہ عورتیں پیر یا مرشد نہیں بنا کرتیں لہٰذا وہ کسی مرد کو اپنا مرشد بنائیں۔ مرشد کی تلاش میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ شاہ حبیب اللہؒ سے ملاقات ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت سلطان باہوؒ اپنی کرامتوں میں اپنے مرشد سے بھی آگے نکل گئے۔ یہ دیکھتے ہوئے شاہ حبیب اللہؒ نے انھیں اپنے مرشد سید عبدالرحمٰنؒ سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سلطان باہوؒ دہلی پہنچے اور عبدالرحمٰنؒ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد واپسی پر حضرت محبوب سبحانی غلام محی الدین چشتیؒ سے بھی بیعت

Marfat.com

ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے شاہ حبیبؒ اور سید عبدالرحمٰنؒ سے سلطان باہوؒ کی بیعت کا ذکر کیا ہے لیکن کچھ تذکرہ نگار یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان باہوؒ کسی سے بیعت نہیں ہوئے، انھیں باطنی فیض حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ ثبوت کے طور پر تذکرہ نگار باہوؒ کا یہ شعر بیان کرتے ہیں:

دستِ بیعت کرد مارا مصطفیٰؐ
ولد خود خواندست مارا مجتبیٰؐ

حضرت سلطان باہوؒ نے زندگی میں بے شمار سفر کیے جس کے دوران مشہور بزرگانِ دین سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ حضرت سلطان باہوؒ روحانی طور پر حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی بیعت ہوئے۔

تصانیف:

حضرت سلطان باہوؒ نے ایک سو چالیس کتابیں تحریر کیں۔ انقلاباتِ زمانہ کے باعث صرف چند کتابیں ہی اب موجود ہیں جن میں مشہور درج ذیل ہیں:

مجالستہ النبیؐ، محک الفقر، عین الفقر، شمس العارفین، کلید التوحید، گنج الاسرار، حجتہ الاسرار، محبت الاسرار، توفیق ہدایت، اورنگ شاہی، کشف الاسرار، فضل اللقا، مفتاح العارفین، عقل بیدار، قرب بیدار، نور الہدیٰ، تیغ براہنہ، امیر الکونین اور رسالہ روحی۔

حضرت سلطان باہوؒ نے نظم ونثر دونوں کو ذریعہ اظہار بنایا لیکن ان کی زیادہ تر تصانیف عربی فارسی میں ہیں جن کا موضوع تصوف ہے۔ پنجابی زبان میں بھی ان کا کلام موجود ہے اور حضرت سلطان باہوؒ کی وجہ شہرت ان کا پنجابی کلام ہی ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ ترک دنیا کے قائل نہ تھے۔ وہ رشد و ہدایت کا فریضہ انجام

Marfat.com

دینے کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریاں بھی بہ طریق احسن ادا کرتے رہے۔ مختلف تذکروں کے مطابق آپ کی چار بیویاں تھیں اور آٹھ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

وصال:

حضرت سلطان باہوؒ کا وصال ۱۶۹۰ء یا ۱۶۹۱ء میں ہوا۔ انھیں قلعہ قہرگان میں دفن کیا گیا۔ کچھ سال بعد دریائے چناب نے اپنا رُخ بدلا اور مزار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا تو آپ کی میت کو نکال کر جھنگ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

حضرت سلطان باہوؒ کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو:

الف، اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو

یہ آواز سلطان باہوؒ کے دل کی گہرائیوں سے نکلی اور پنجاب میں ہر طرف پھیل گئی۔ لفظ ''ہوٗ'' کا استعمال حضرت سلطان باہوؒ کی پہچان بنا۔ آپ کی شاعری کے دیگر موضوعات اس طرح ہیں۔

معرفت الٰہی:

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ خدا شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ رب کی تلاش سے پہلے انسان کو اپنی ذات کا سفر ضرور طے کرنا چاہیے جواب تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق اللہ صرف انھیں ملتا ہے جو اطاعت میں کوتاہی نہ کریں۔ ذات واحد انسان کے ظاہر و باطن میں ہے۔ جس نے ہُو کا عرفان حاصل کر لیا، دونوں جہان اُس کے غلام ہیں۔

اندر ہُو تے باہر ہُو، وت باہو کتھ لبھیندا ہُو
ہُو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا ہُو

Marfat.com

جتھے ہُو کرے روشنائی اوتھوں چھوڑ اندھیرا ویندا ہُو
دوہیں جہانیں غلام اس باہوؒ جیہڑا ہُو نوں صحیح کریندا ہُو

عشق حقیقی:

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ جو دل عشق کے جذبے سے بیگانہ ہے، وہ بے کار ہے۔

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ جانے ہُو
جہاں عشق نہ حاصل کیتا او دوہیں جہانیں اجڑے ہُو

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک عقل صرف ظاہری روشنی ہے اور دل کی تاریکی صرف عشق کے چراغ سے دُور ہو سکتی ہے۔

رات ہنیری دے وچ عشق چراغ کرنیدا ہُو
شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھے دوست کھڑاتی ہُو

مزید فرماتے ہیں:

ع عاشق ہوویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہُو
لکھ لکھ بدیاں ہزار الاہے کر جانیں باغ بہاراں ہُو
منصور جیہے چک سُولی دِتے جیہڑے واقف کل اسراراں ہُو
سجدیوں سر نہ چایئے باہو توڑے کافر کہن ہزاراں ہُو

اگر عاشق ہو تو اپنے دل کو پہاڑ کی مانند مضبوط رکھ کر چلتے رہو۔ عشق کے رستے پر لاکھوں طعنے سہنا پڑیں گے لیکن ہمت نہ ہارو۔ عشق کے اسرار و رموز سے واقفیت کی بنا پر منصور جیسے سُولی پر چڑھا دیے گئے۔ اے باہوؒ! تم سجدے سے اپنا سر ہرگز نہ اُٹھانا چاہے تجھے کافر ہزار مرتبہ کہیں۔

Marfat.com

جہاں عشق حقیقی پایا کجھ نہ مُونہوں الاون ہُو
ذکر فکر وچ رہن ہمیشاں دم نوں قید لگاون ہُو
قلبی، رُوحی، سری، خفی، اخفی ذکر کماون ہُو
میں قربان آں جیہڑے باہُو ہکس نگاہ جواون ہُو

جن کو عشق حقیقی حاصل ہوگیا وہ اپنے منہ سے کچھ نہیں کہتے۔ وہ ہمیشہ ذکر وفکر میں رہتے ہیں اور اپنے دم کو اسی ذکر کی قید میں رکھتے ہیں۔ وہ قلبی، روحی، سری، خفی اور اخفی سے ذکر میں ہی مصروف رہتے ہیں۔ اے باہوؒ! میں ان پر قربان جاؤں جو ایک نگاہ سے (مردہ دل) زندہ کر دیتے ہیں۔

ترک دنیا:

حضرت سلطان باہوؒ تارک الدنیا نہیں تھے۔ انھوں نے گھریلو زندگی گزاری اور معاشرے سے وابستہ رہے لیکن عمر کے آخری حصے میں کنارہ کش ہو گئے۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے ہرگز محبت نہ کی جائے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو مار دیا جائے۔

حُب دنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہُو
سہ طلاق دُنیا نوں دیئے جے باہو سچ پچھیوے ہُو

مزید فرماتے ہیں:

دین گنوایا دُنیا پچھے آہی دنیا کھوٹی ہُو
ہتھ وچ کوزہ گل وچ تسبیح سر تیرے تے ٹوپی ہُو
جس دام داتوں مان کرینائیں اُس نوں پئی ہوئی لوٹی ہُو
ترک چاکر دنیا نوں باہو سر تے قبر کھلوتی ہُو

دنیا کے لیے دین گنوایا ہے جو کہ بالکل کھوٹی ہے۔ ہاتھ میں کوزہ، گلے میں تسبیح اور سر پر ٹوپی

Marfat.com

پہنے ہو۔ جس دم کا تو مان کرتا ہے وہ تو لُٹ رہا ہے۔ اے باہو! دنیا کو ترک کر، قبر کا وقت قریب ہے۔

علم:

سلطان باہوؒ علم کو فقر کے لیے ضروری سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ع علم باجھ کوئی فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہُو
سے ورہیاں دی کرے عبادت رہے اللہ کنوں بیگانہ ہُو
غفلت کنوں نہ کھلن پردے دل جاہل بت خانہ ہُو
میں قربان تنہاں دے باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہُو

جو شخص علم کے بغیر فقر حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ کافر دیوانہ ہو کر مرتا ہے۔ ایسا شخص سو سال تک بھی عبادت کرتا رہے تب بھی اللہ سے بیگانہ رہے گا۔ غفلت کے پردے (علم کے بغیر) نہیں کھل سکتے اور دل جاہل بت خانہ رہے گا۔ اے باہو! میں ان کے قربان جاؤں جنھیں بے مثال محبوب (حقیقی) مل گیا۔

کلمہ کے متعلق:

کلمہ طیبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ زبان سے کلمہ طیبہ کا ورد ہر کوئی کرتا ہے لیکن دل سے کلمہ صرف عاشق پڑھتے ہیں۔

ہور دوانہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ہُو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اُتاری ہُو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ہُو
ایتھے اوتھے دوہیں جہانیں باہو کلمہ دولت ساری ہُو

Marfat.com

کلمے کے سوا دل کا اور کوئی علاج نہیں ہے۔ کلمے سے ہی زنگ دُور ہوتا ہے اور کلمہ ہی میل اُتارتا ہے۔ کلمہ ہی ہیرے، لعل، جواہر ہے۔ کلمہ ہی پساری کی دُکان ہے۔ اے باہوؒ! یہاں اور وہاں دونوں جہانوں میں کلمہ ہی ساری دولت ہے۔

مُرشد:

حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق مرشد مل جانے کے باوجود ہدایت نہ ملے تو ایسا مرشد لاحاصل ہے۔ مرشد کا کامل ہونا بے حد ضروری ہے جو ایک نگاہ سے ہی مرید کے باطن کی کدورتیں دُور کر دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

مرشد مکہ تے طالب حاجی کعبہ عشق بنایا ہُو
وچ حضور سدا ہر ویلے کریے حج سوایا ہُو
ہک دم میتھوں جُدا نہ ہووے دل ملنے آیا ہُو
مرشد عین حیاتی باہو میرے لوں لوں وچ سمایا ہُو

میرا مرشد مکہ اور اُس کا طالب حاجی ہے۔ میرا عشق کعبہ ہے۔ اب میں ان کے حضور رہ کر ہر وقت حج ہی کرتا رہتا ہوں۔ میں ایک پل کے لیے بھی مرشد سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ دل ہر وقت ملنے کے لیے برقرار رہتا ہے۔ اے باہوؒ! مرشد میری زندگی ہے جو میری رگ رگ میں سما چکا ہے۔

کامل مُرشد ہووے جیڑا دھوبی وانگن چھٹے ہُو
نال نگاہ دے صاف کرے تے وچ صُبون نہ گھتے ہُو
مَیلیاں نوں کر دیوے چٹا میل ذرا نہ رکھے ہُو
ایسا مرشد ہووے باہوؒ لوں لوں دے وچ وَسے ہُو

مرشد کامل ہو جو دھوبی کی طرح دھو کر صاف کر دے۔ وہ صابن نہ لگائے بلکہ اپنی نگاہ سے

Marfat.com

صاف کر دے۔ وہ میلے کو دھو کر سفید کر دے اور ذرا میل نہ رہنے دے۔ اے باہو! مرشد ایسا ہو جو روئیں روئیں میں سما جائے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں:

چونکہ حضرت سلطان باہوؒ سلسلہ قادریہ سے وابستہ تھے، اس لیے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی شان میں فرماتے ہیں کہ:

سُن فریاد پیراں دیا پیرا آکھ سناواں کینہوں ہُو
تیرے جیہا مینوں ہور نہ کوئی میں جیہاں لکھ تینوں ہُو
پھول نہ کاغذ بدیاں والے درتوں دھک نہ مینوں ہُو
ایڈ گناہ نہ ہوندے باہو تو بخشیندیوں کینہوں ہُو

اے پیروں کے پیر! میری فریاد سُنو، میں اپنی بات کس کو سناؤں۔ تیرا جیسا میرے نزدیک اور کوئی نہیں جب کہ میرے جیسے لاکھوں ہیں۔ آپ میرا نامہ اعمال نہ پوچھیں اور نہ مجھے اپنے در سے دُور کریں۔ اگر باہو گناہ گار نہ ہوتا تو آپ کسے بخشواتے۔

لیراں دی گل کفنی پا کے رُلساں سنگ فقیرا ہُو
منگ بغداد دے ٹکڑے باہو کرساں میراں میراں ہُو

میں چیتھڑوں کی کفنی پہن کے فقیروں کے ساتھ پھروں گا۔ اے باہو! میں بغداد میں بھیک مانگتے ہوئے میراں میراں کی صدا لگاؤں گا۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ کا کلام صوفیانہ ہے جس میں توحید اور مرشد کی اہمیت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ وہ شریعت کے قائل ہیں اور ان کی شاعری میں سادگی اور مٹھاس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلامِ باہوؒ سے فیض آج بھی جاری ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

اولیائے کرام

(حیات و تعلیمات)

طاہرہ سرور

Marfat.com